REGD No P 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

THE WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۳

شمارہ ۲۸

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب:- فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ -/۷ روپے
ششماہی -/۴ "
ممالک غیر -/۱۵ "

فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۹ وفا ۱۳۴۳ھش | ۲۷ صفر ۱۳۸۴ھ | ۹ جولائی ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۷ جولائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۴ جولائی بوقت ۸ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل دن بھر حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر رہی مگر شام کے وقت کچھ ضعف کی شکایت ہوگئی۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے طبیعت اچھی ہے

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۷ جولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔

الحمد للہ۔

جماعت احمدیہ سنگاپور کی طرف سے بلجیم کے بادشاہ کو تبلیغ اسلام

قرآن کریم انگریزی۔ لائف آف محمدؐ اور دیگر اسلامی لٹریچر کی پیشکش

سپاسنامہ میں قبولِ اسلام کی دعوت

از مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج مبلغ سنگاپور

گزشتہ ایام میں شاہ باڈوین Baudouin آف بلجیم سنگاپور تشریف لائے۔ اسی موقعہ پر جماعت احمدیہ سنگاپور کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مقدس اور افضل ترین کتاب قرآن کریم انگریزی اور لائف آف محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے بلند پایہ روحانی تحائف ایک مزین پھولدار بکس میں رکھ کر انہیں پیش کئے گئے۔

اس کے علاوہ ایک ٹائپ شدہ خوش آمدید ایڈریس بھی ان کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں خوش آمدید کہنے کے علاوہ انہیں مذہب اسلام کا سنجیدگی سے مطالعہ اور تحقیق کرنے کی دعوت بھی دی۔ شاہ بلجیم نے وہ مقدس تحائف اور ایڈریس جذبات تشکر و امتنان کے ساتھ قبول فرمائے اور بعد میں کونسل جنرل بلجیم متعینہ سنگاپور کی وساطت سے تحریری طور پر بھی نہ صرف شکریہ ادا کیا بلکہ قرآن کریم کے مطالعہ کا وعدہ بھی فرمایا۔ پیش کردہ ایڈریس کا ترجمہ افادہ عام کے لئے ذیل میں ہدیۂ احباب کیا جاتا ہے۔

سپاسنامہ کا ترجمہ

بادشاہ سلامت! اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی رفیقۂ حیات ملکہ "فابولیا" پر رحم فرمائے اور اپنی ابدی ہدایت اور راہنمائی سے نوازے۔ آمین۔

جب ہم آپ کے دورے کو مبارک قرار دیتے ہیں تو ہم ممبران جماعت احمدیہ سنگاپور کی طرف سے آپ کی خدمت میں خوشگوار آمدید اور ہدیۂ تہنیت پیش ہے۔ خدا کرے عالی جاہ کا یہ دورہ ملیشیا اور بلجیم دونوں حکومتوں اور رعایا کے باہمی خیر سگالی تعلقات کی مضبوطی اور بہتری کا موجب ہو۔

اپنے جذبات تہنیت و محبت کے عملی اظہار و ثبوت کے طور پر ہم آپ کی خدمت میں عالمگیر مذہب اسلام کی مقدس کتاب کا انگریزی ترجمہ مع عربی متن اور سیرت سیدنا و مولانا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تحفۃً پیش کرتے ہیں۔ ہمیں بڑی امید ہے کہ آپ نہ صرف یہ متبرک تحائف بخوشی قبول فرمائیں گے بلکہ وقتاً فوقتاً ان کا دلچسپی سے مطالعہ بھی فرماتے رہیں گے۔

جماعت احمدیہ کا مقصد

عالی جاہ! جماعت احمدیہ جس کا خاکسار اس ملک میں نمائندہ ہے کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے قادیان ہندوستان میں رکھی تھی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا کہ میں مسیح موعود اور مہدی اور عالمگیر مصلح ہوں جس کا آخری زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آنا انجیل اور کتب اسلامیہ اور دیگر مذاہب کی کتب میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں وہ میں ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کے لوگوں پر مذہب اسلام کی سچائی روشن کرنے اور ان کو اسلام کی طرف ایک عالمگیر دعوت دینے اور دنیا کی تمام اقوام کو ایک واحد برادری میں متحد کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت احمدیہ ایک خالص تبلیغی اور مذہبی جماعت ہے جو دنیا کے تمام ممالک میں تبلیغی طور پر اسلام کی نمائندگی کرتی اور حقیقی اسلام اقوام عالم کے سامنے پیش کرتی ہے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے قرآن کریم کے مخفی روحانی نکات اور اسلام کے روشن اصول اور تعلیم کو ایسے عام فہم اور علمی لحاظ سے ایسے معقول پیرائے میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے کہ ماڈرن سائنس اور دنیوی علوم کی ترقی اور حیرت انگیز انکشافات کے باوجود اسلام کا عالمگیر اور سچا مذہب ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے اور مذہب اور سائنس یا جدید تحقیقات علمیہ میں اختلاف باقی نہیں رہتا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتب اور دیگر احمدیہ لٹریچر کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد آج کل یورپ کے کئی عیسائی محققین اور ماہرین علوم مشرقیہ بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیم کی خوبیاں جس خوش اسلوبی اور معقول طریق سے جماعت احمدیہ آج دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے علاوہ سائنسی عہد حاضرہ کے لئے اپنے اندر زیادہ کشش اور جاذبیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

مخلصانہ اپیل

اندریں حالات ہم ممبران جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے اسلام کی سچی اور متبرک کتاب قرآن کریم سے زیادہ اہم اور قیمتی تحفہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ ایک ایسا بیش بہا لاثانی اور یگانہ تحفہ ہے جو کہ خود زمین و آسمان کے مالک خدا نے اپنی پیاری مخلوق کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے آسمان سے دنیا میں بھیج رکھا ہے۔ لہذا ہم عالی جاہ کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ آپ ضرور ہمارے اس تحفے کو شروع سے آخیر تک گہری نظر سے پڑھیں اس کا مطالعہ صرف اسلام کے متعلق آپ کے علم کی زیادتی کا موجب ہوگا بلکہ آپ اسے پڑھنے سے اپنے اندر ایک روحانی تغیر اور جذبہ محسوس کریں گے۔ اور یہ کتاب خدائی رحمتوں اور برکتوں سے آپ کے نوازے جانے کا موجب ثابت ہوگی۔ اور آپ پر انشاء اللہ تعالیٰ یہ واضح ہو جائے گا کہ اسلام ایک نہایت ہی سچا اور عالمگیر طور پر قابل قبول عملی اور بلند مرتبہ مذہب ہے پس یہ خاکسار آج آپ کی سنگاپور میں آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کو اسلام قبول کرنے کی خاص دعوت دیتا ہے۔

عالی جاہ! آپ شاید یقین کریں یا نہ کریں مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اگر کوئی انسان خواہ غریب ہو یا امیر بادشاہ ہو یا رعیت کا ایک فرد اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا اور اس کی خاص برکات اور قرب اور اس سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مذہب اسلام قبول کرے اور سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور کامل پیروی اختیار کرے اور آپ کی مقدس زندگی کو اپنے لئے نمونہ اور مشعل راہ بنائے۔

خدا کے اس محبوب ترین پیارے اور ربانی ہادی

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۶۴ء

امن — اور — ترقی

دوسری جنگ عظیم ۱۹۴۵ء میں ختم ہوئی تھی آج اس پر کم و بیش اُنیس سال گزر نے ہیں۔ یہ زمانہ "امن" کہلاتا ہے۔ اگرچہ اس عرصہ میں بعض اوقات بین الاقوامی حالات نہایت درجہ نازک دور میں بھی داخل ہو جاتے رہے مگر ہر ایسے موقعہ پر مختلف ممالک کے سربراہوں نے دانشمندی معاملہ فہمی کا ثبوت دیا اور حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے امن عالم کو خراب ہونے سے بچائے رکھا۔ گو اس عرصہ میں سرد جنگ برابر جاری رہی لیکن گرم جنگ کی نوبت نہ آنے کے سبب دنیا کو ایک موقعہ مل گیا کہ ترقی کے مختلف میدانوں میں آگے بڑھے۔ چنانچہ یہ پُرامن حالات ہی کا نتیجہ ہے کہ آج سائنسی ترقی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب انسان ایک طرف چاند ستاروں پر پہنچنے کے منصوبے بنا رہا ہے اور خلاء کی تسخیر کے پروگراموں کو بڑی کامیابی کے ساتھ عمل میں لا رہا ہے تو گہرے سمندروں میں بڑی بیش بہا دولت کو حاصل کرنے کے لئے پانی کی تہہ میں کھوج کر رہا ہے۔ اسی طرح قطبین میں میلوں میل برف کے پہاڑوں کے اندر چرتی ہوئی کشتیوں کے ذریعہ اس ناقابل عبور علاقہ کا بھی سروے کر رہا ہے۔ پھر خشکی میں انسان کے آرام اور سہولت کے لئے صدہا قسم کے سامان تیار ہو رہے ہیں۔ صنعت و زراعت کو ترقی دیکر کرۂ ارض پر بسنے والوں کے لئے وافر خوراک مہیا کرنے کے ذرائع عمل میں لائے جا رہے ہیں بھاری بھرکم مشینوں کے استعمال سے دریاؤں کے رُخ موڑ کر پہاڑوں کو کاٹ کر بڑے بڑے بند بنائے جا رہے ہیں تاکہ ان میں پانی کا بڑا ذخیرہ جمع کر کے میلوں میل بنجر علاقے زیر کاشت لائے جائیں۔ اسی طرح بڑی سرعت کے ساتھ ویرانے آباد ہو رہے ہیں۔ زمین کی سطح سرسبز کھیتوں سے لہلہانے لگی ہے۔ — یہ سب کچھ دنیا میں "امن کا ماحول" بنا رہنے کے سبب ہوا۔ لوگوں نے ان پُرامن حالات میں اپنی شب و روز کی محنت کے ساتھ ایک محیر العقول انقلاب پیدا کر کے دکھا دیا۔ الغرض امن کا ماحول ایک خاندان سے لے کر تمام ملک بلکہ ساری دنیا تک کی خوشحالی اور ترقی کے لئے ایک بنیادی شے ہے۔ یہ ایسی قیمتی چیز ہے جس کی حفاظت کی جانی نہایت ضروری ہے۔ ملک میں بڑے بڑے منصوبے اور وسیع تر مفاد کے حامل جو تمام اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب اُن تمام افراد کو امن و سکون کی زندگی میسر ہو گی اُن سب کے لئے سرسبز و شاداب ماحول میں کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ اس زمانہ امن میں

ہر ملک اپنے اپنے حالات کے مطابق آگے بڑھ رہا ہے خود ہمارے اپنے ملک نے اس عرصہ میں پہلے آزادی حاصل کی اس کے بعد ترقی یافتہ ممالک کے برابر پہنچنے کے لئے جدوجہد میں لگا ہوا ہے۔ ملک کی آزادی کے بعد اس کی تعمیر نو کا اہم مسئلہ سامنے ہے۔ سب ملک واسیوں کی دلی تمنا ہے ہمارا ملک ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکے۔ چنانچہ ملکی نیتاؤں کی قیادت میں اس کے لئے بہت کچھ پیش رفت ہوئی۔ ملک کو اونچا لے جانے کے لئے اس وقت کئی ترقیاتی منصوبے زیر عمل ہیں۔ کہیں ملکی زراعت کو ترقی دینے کے لئے پانی کے بڑے بڑے ڈیم بنائے جا رہے ہیں۔ ... کی مشینیں دریاؤں کا رخ موڑ ... کے پانیوں کو اہل وطن کی مرضی اور ضرورت کے مطابق استعمال کے قابل بنانے میں لگی ہوئی ہیں۔ کہیں ملک کو صنعتی میدان میں آگے لے جانے کے لئے بڑے بڑے کارخانے لگائے جا رہے ہیں۔ فولاد تیار کرنے دھاتوں کو پگھلانے اور ان سے کارآمد مشینیں تیار کرنے اور روزمرہ کی گھریلو ضروریات کی سب اشیاء جو پہلے غیر ممالک سے درآمد کی جاتی تھیں اب اپنے ہی ملک میں تیار ہو رہی ہیں۔ پھر یہ سائنسی دور ہے اس کی بدولت دنیا چاند ستاروں تک پہنچ رہی ہے۔ نامناسب ہو گا ہمارا ملک بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے رہے اس لئے بھی جدوجہد کرنا ہمارا ملک کے سپوتوں کا کام ہے۔ ان سب منصوبوں کو کامیابی کے ساتھ چلانے کی خاطر خواہ رنگ میں ان سے بہتر نتائج حاصل کرنے کے لئے ملک میں جس چیز کی بڑی ضرورت ہے وہ "امن" ہے۔ اہل وطن کے لئے کسی قسم کا خوف و ہراس بے اطمینانی کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ جو انسان کی قوت عمل کو ناکارہ بنا دیتی ہے اور نتیجۃً ملک کی ترقی رُک جاتی ہے۔ سال رواں کی ابتداء میں مشرقی ہندوستان میں جو افسوسناک اور دلدوز واقعات رونما ہوئے ان سے جہاں ملک کے سیکولرزم کے چہرے پر بدنما داغ لگا۔ وہاں ملک کی ترقی کے لئے بھی ناقابل تلافی نقصان کا موجب ہوئے۔ چنانچہ سرودے لیڈر مسٹر جے پرکاش نرائن نے درگوپال ایک میٹنگ میں جو تقریر کی اس میں ان فسادات کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے کہا:

"یہ فسادات جو صنعتی علاقوں میں ہوئے خصوصاً ان علاقوں میں جہاں فولاد پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے ہماری قومی زندگی کی ساری بنیادیں ہلا دیں ہیں ہمیں ہندوستان میں عظیم کام انجام دینے ہیں وہ انجام نہیں دیئے جا سکتے اگر یہاں امن و امان کی فضا پیدا نہ ہو۔

ہمیں ہر گاؤں، ہر شہر، ہر ریاست اور ہر فرد میں امن کی ضرورت ہے دنیا میں امن کا خواب دیکھنے سے پہلے اپنے گھر کے اندر امن قائم کرنا چاہیئے"

(الجمعیۃ دہلی ۱/۶/۶۴)

اس موقعہ پر آپ نے یہ بھی کہا:

"ہندوستان کے لوگوں کا سب سے بڑا مقصد ایک ایسی سوسائٹی کی تشکیل ہے جس میں عوام اشتعال انگیزی کے باوجود پُرامن رہیں اور ملک میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہونے دیں اگر ہم ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا اور جمہوری قدروں کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں امن سلامتی اور ہم آہنگی کو وسعت دینی ہو گی ہمیں ایسی سوسائٹی کی ضرورت ہے جو تشدد سے پاک ہو"

(ایضاً)

سرودے لیڈر کی تقریر کا ایک ایک فقرہ بڑا اہم اور قابل عمل ہے۔ ملک کے ساتھ سچی محبت اور اس کو حقیقی معنوں میں ترقی یافتہ اور سربلند دیکھنے کے خواہشمند افراد کے لئے ضروری ہے کہ ان باتوں کو دل میں جگہ دیں سچ ہے جس گھر کے اپنے افراد امن و چین سے رہ نہیں سکتے وہ بیرونی حملہ کی صورت میں گھر کی حفاظت کیونکر کر سکتے ہیں ملک کی بڑی طاقت مختلف افراد کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ دلوں میں برداشت کا مادہ ہو نفرت کے خیالات کو دماغ سے نکال دیا جائے۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ دوسرے کے خیالات سے اختلافات یا محض بے بنیاد شک کہ اس کی زندگی ہی پُرخطر کر دی جائے یا ایک طبقہ بلاوجہ دوسرے کی زندگی کو اجیرن بنا دے۔ ہمارا ملک اس وقت اندرونی اور بیرونی بہت سی مشکلات سے گذر رہا ہے۔ ان پر کامیابی سے قابو پانے کے لئے ملکی نیتاؤں کے ہاتھ مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں مقدم ترین امر ملک واسیوں کا باہمی اتحاد اور تعاون ہے۔ ایک دوسرے سے نفرت بُعد اور علیحدگی ملکی مفاد کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔

مسٹر جے پرکاش نرائن کے مذکورہ خیالات کے برعکس ذرا راشٹریہ سیوک سنگھ کے گروگول واالکر صاحب کی کتاب کی چند سطریں ملاحظہ ہوں کیا ان خیالات کی موجودگی میں ملک کے اندر امن و امان کا ماحول قائم رہ سکتا ہے؟ گورو صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"جرمن نے اپنی نسل اور تہذیبی پاکیزگی برقرار رکھنے کے لئے یہودیوں کو نیست و نابود کر دیا۔ وہاں نسلی افتخار اپنے عروج پر پہنچا۔ جرمنی نے یہ ثابت کر دیا کہ مختلف نسلوں اور تہذیبوں کو ایک وحدت میں ڈھالنا جب کہ ان کے اختلافات جڑوں تک جاتے ہیں تقریباً ناممکن ہے۔ — یہ ہمارے لئے اچھا سبق ہے اور ہندوستان کو اس پر عمل کرنا چاہیئے"

(بحوالہ الجمعیۃ دہلی ۲۷/۶/۶۴)

دیکھا آپ نے اس عبارت میں کھلے طور پر مسلمانوں کے قتل عام کا حکم دیا گیا ہے جیسے جرمنی کے یہودیوں کی طرح ہندوستانی مسلمانوں کو بھی نیست و نابود کر دینا چاہیئے۔ کیا اس قسم کے خیالات کا پرچار ملک میں حقیقی معنوں میں قومی ایکتا لانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں کیا اس طرح ملک میں سب باشندگان کے لئے امن و امان کا ماحول قائم ہو سکتا ہے۔ افسوس گورو جی نے یہ نہ سوچا کہ جرمنوں کا یہ ظالمانہ نظریہ ہی تھا جو دوسری جنگ عظیم کا موجب بنا اور اس کے نتیجہ میں ساری دنیا ایک بڑی تباہی سے دوچار ہوئی۔ عقلمندی تو اس بات میں ہوتی ہے کہ انسان تاریخ سے سبق حاصل کرے اور ایسے اقدام سے دستکش رہے جس کے بھیانک نتائج ایک بار منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ذرا غور کیجئے جرمنوں کو اُن کے قومی تفاخر میں تہذیبی پاکیزگی سے آخر کیا حاصل ہوا یہی نا کہ ساری دنیا کو ایک بڑی مصیبت کے منہ میں ڈال دینے کے ساتھ خود اپنے ملک کے ٹکڑے کر دیئے چنانچہ جرمنی کا ملک جو کبھی اس کی شاندار روایات تھی مشرقی اور مغربی دو الگ الگ حصے ہو گئے اور جرمن قوم کی طاقت ملیامیٹ ہو گئی۔

نسلی اعتبار سے کسی قوم کا دوسروں سے برتر ہونے کا نظریہ اصلیت کے اعتبار سے نہایت درجہ غلط نیز انسان کی بلند شان کا منہ چڑانے والا اور ساری دنیا کے امن کو برباد کرنے والا ہے۔ بیشک جو چیز کسی شخص کو برائی کا مستحق بناتی ہے وہ نوع انسان کی خیر خواہی اُس کی خدمت اس کے لئے ذاتی قربانی اور ایثار ہے۔ اس سے دنیا کے دل جیتے جا سکتے ہیں اور اس کے ذریعہ دنیا میں پائیدار امن قائم رہ سکتا ہے۔ جو قوم یا ملک اپنے تئیں اس خوبی کا مالک بناتا ہے اس کی ترقی یقینی ہے کیونکہ امن کا ماحول ہی ترقی کا زینہ ہے!! اس لئے ہر محب وطن اس کی اہمیت کو خوب پہچانتا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے!!

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں! (منیجر)

خطبہ جمعہ

ابتلاء مومن کیلئے اصلاح اور ترقی کا موجب ہوتے ہیں

ابتلاء آنے پر منافق ٹھوکر کھا جاتے ہیں لیکن مومن اپنے ایمان میں اور بھی پختہ ہو جاتے ہیں

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۷ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کی سنت

ہے کہ وہ انسان کو متواتر جگاتا رہتا ہے کیونکہ انسان ان تعلقات کی وجہ سے جو اس کے جسم اور جسمانیات سے وابستہ ہیں غفلت کی طرف مائل رہتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا بیشتر حصہ ہمیں مجبوراً ایسے کاموں میں صرف کرنا پڑتا ہے جن کا براہ راست دین سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک رنگ میں غفلت کا موجب ہوتے ہیں۔ نیند پر ہمارا بس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کے لئے ضروری قرار دیا ہے اور ایسا ضروری قرار دیا ہے کہ ہم کلی طور پر اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے تھوڑا یا بہت بہر حال ہر ایک کو سونا پڑتا ہے اگر اس سونے کے وقت کو نکال دیا جائے تو ایک معقول حصہ زندگی کم ہو جاتا ہے۔ بچے عام طور پر آٹھ گھنٹے سوتے ہیں۔ نوجوانوں کو طبیب اور ڈاکٹر ۶-۷ گھنٹے سونے کا مشورہ دیتے ہیں۔ غافل نوجوان عام طور پر ۹-۱۰ گھنٹے سوتے ہیں مگر بعض تو گیارہ بارہ گھنٹے بھی سوتے ہیں۔ دنیا میں ہوشیار لوگ کم ہیں اور غافل بہت زیادہ۔ اس لئے اگر اوسط لگائی جائے تو ہر انسان کے لئے نیند روزانہ ۷-۸ گھنٹے سے کم نہ ہوگی اور اس اوسط کے لحاظ سے

انسان کی عمر کا تیسرا حصہ

گویا نیند میں نکل جاتا ہے۔ اوسط عمر ہمارے ملک میں ۲۵-۳۰ سال ہے۔ یہ اگر چالیس سال بھی فرض کر لیں اور اس میں سے تیسرا حصہ نیند کا نکال دیا جائے تو باقی ۲۶ سال رہتے ہیں اس میں سے اگر بچپن کا زمانہ نکال دیں اور بچپن کا زمانہ اگر پندرہ برس بھی فرض کر لیں تیسرا حصہ جو پہلے نکل چکا ہے چونکہ اس میں بھی بچپن شامل ہے تو کم از کم دس سال اور کم کرنے پڑیں گے۔ اور اس صورت میں صرف ۱۶ سال باقی رہ جائیں گے۔ پھر اگر بیماری، غمی سرور کے دن نکال دیئے جائیں اور کم از کم ایک سال ہی ان کے لئے رکھا جائے تو باقی ۱۵ سال بچیں گے۔ ان میں سے اگر کھانے پینے نہانے کپڑے بدلنے۔ پاخانہ پیشاب وغیرہ کے اوقات نکال دیں جو میرے نزدیک ۲ گھنٹے روزانہ سے کم نہیں ہوتے تو اس حساب سے گویا بارھواں حصہ اور کم ہو گیا جو سوا سال بنتا ہے اور اس طرح پونے ۱۴ سال رہ جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جو جاگنے کا ہے۔ اس میں ہی

دنیوی ضروریات

پورا کرنے کا وقت بھی ہے۔ دوستوں کی ملاقات کا وقت بھی۔ سفر کا بھی۔ زمیندار کو اپنا زمینداری کا کام کرنا ہوتا ہے اور نوکر کو نوکری کا۔ اور اگر یہ کام روزانہ چھ گھنٹے بھی فرض کریں تو ۱/۴ حصہ اور نکل جاتا ہے۔ بچپن کا پندرہ برس کا زمانہ نکال کر باقی ۱۵ سال کا ۱/۴ حصہ ۴ سال ہے اس میں سے گھر کے کام کاج سودا سلف کی خرید و فروخت، بچوں کی نگرانی، بیوی بچوں سے ملنا جلنا، ان کے حقوق ادا کرنا وغیرہ کاموں کے اوقات نکال دیں تو ۱/۲ ۴ سال میں سے بھی قریباً نصف عرصہ باقی رہ جاتا ہے۔ اور اس طرح گویا قریباً چار سال کا عرصہ ہے جسے انسان خدا تعالیٰ کی عبادت میں خرچ کر سکتا ہے۔ کرتا ہے کا سوال نہیں بلکہ یہ وہ عرصہ ہے جو اگر انسان چاہے تو خرچ کر سکتا ہے لیکن اگر دیکھا جائے کہ واقعی کتنا خرچ کرتا ہے تو اس کی مقدار بہت قلیل نظر آئے گی۔ جو لوگ نماز وغیرہ کے پابند اور دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ وہ بھی زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ دینی کام میں صرف کرتے ہیں یعنی اٹھارھواں حصہ۔ اور اگر بچپن کی عمر کو نکال دیا جائے تو بقیہ عمر کے لحاظ سے اس عرصہ کے دو سوا دو سال بنتے ہیں۔ گویا دنیا کے نیک لوگ

عمر کا بیسواں حصہ

خدا تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور باقی انیس حصے وہ اپنی جسمانی ضروریات۔ روزگار، سیر و سیاحت اور بیوی بچوں کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ بہر حال ۱۹/۲۰ حصہ غفلت اور صرف ایک حصہ ہوشیاری کا سامان ہوا اور وہ بھی صرف نیک لوگوں کے لئے۔ غافل لوگوں کی بیداری کا زمانہ تو ایک دو یوم یا ہفتہ دو ہفتہ سے زیادہ نہیں نکلے گا۔ ہفتوں، مہینوں اور مہینوں پر مہینے گذر جائیں گے۔ اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوگی۔ وہ گذرتے ہوئے کسی لولے لنگڑے یا اپاہج کو دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں خدا کی قدرت لیکن اگلے ہی قدم پر خدا کی قدرت انہیں بھول جاتی ہے۔ ان کے گھر میں بیماری ہو تو کہتے ہیں خدایا رحم کر۔ لیکن تھوڑا ہی عرصہ بعد وہ خدا تعالیٰ کے رحم کو قطعاً فراموش کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدر

غفلت کے سامان

چونکہ وہاں ضروری ہے کہ جگانے کے سامان بھی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کو بار بار جگاتا رہتا ہے کہیں مالی ابتلاء کہیں عزت و آبرو کے ابتلاء، کہیں عزیز و اقارب کی جدائی کے ابتلاء آتا ہے۔ قرآن کریم میں فرماتا ہے ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون۔ یعنی دنیا کی چیزیں انسانوں کو ہر لحظہ اپنی طرف کھینچ رہی ہیں اور وہ ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے اس لئے ہم انہیں چھیڑتے رہتے ہیں تا وہ اس خیال سے کہ کہیں عذاب اکبر میں مبتلا نہ ہو جائیں ہماری طرف آ جائیں اور

زندگی کا اصل مقصد

حاصل کریں۔ غرض ابتلاء درحقیقت انسان کے ایمان کی پختگی کا موجب ہوتے ہیں لیکن یہی ابتلاء بعض کو خدا تعالیٰ سے اور بھی دور پھینک دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک دوست کے جو بعد میں سلسلہ میں بھی داخل ہو گئے اور مخلص تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے اس وجہ سے ان کے ساتھ لمبے عرصہ تک بولنا چھوڑ دیا کہ ان کا ایک لڑکا فوت ہو گیا۔ جب جنازہ پر میرے بڑے بھائی صاحب گئے تو وہ دوڑ کر ان سے چمٹ گئے۔ اور چلا کر کہنے لگے مجھ پر خدا تعالیٰ نے بڑا ظلم کیا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے متعلق جس کا لڑکا فوت ہو گیا تھا سنا کہ کہہ رہی تھی۔ خدایا اگر تیرا لڑکا فوت ہوتا تو تجھے معلوم ہوتا کہ کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ اس کی جہالت اور نادانی تھی۔ خدا نے ہی اُسے لڑکا دیا تھا اس نے لے لیا۔ اس کا اس میں کیا تھا۔ مگر اس نے یہ نہ سمجھا اور بیہودہ گوئی کرنے لگی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ بیٹے بیٹیوں سے پاک ہے۔ لیکن پھر بھی جو اس کے سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں وہ ان کو

سب سے زیادہ ابتلاء

میں ڈالتا ہے تا دنیا یہ نہ کہے کہ اپنے پیاروں کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اولاد سے بے شک پاک ہے۔ مگر وہ اپنے پیاروں سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ کوئی ماں اپنے بچے سے نہیں کر سکتی۔ مگر پھر بھی اس نے حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور سب سے آخر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے مصائب میں دیکھا کہ دنیا کا کوئی ماں باپ اپنے اکلوتے بیٹے کو تو درکنار اپنے دس بیس بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھی ایسی تکالیف میں نہیں دیکھ سکتا مگر پھر بھی اس نے انہیں اس حالت میں رہنے دیا اور کہا ابھی ان کو اور رہنے دو۔ اس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلنے کی تکلیف میں دیکھا مگر یہی کہا کہ اسے ابھی اسی میں رہنے دو۔ اس نے سالہا سال تک حضرت نوحؑ کو دشمنوں کے ہاتھوں کس طرح ذلت سے ستایا جاتا اور پامال ہوتا دیکھا جس طرح ذلیل سے ذلیل کیڑے کو بھی کوئی

نہیں سکتا مگر خاموش رہا۔ اور کہا۔ ان مصائب سے گزرنے دو کہ یہ میرا

قرب اور کمال

حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا مگر اللہ تعالے نے جوان سے بہت محبت کرتا تھا۔ خاموش رہا۔ پھر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور بالآخر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی تکالیف پیش آئیں۔ آپ پر ایسے ایسے مصائب آئے کہ آج کوئی انسان انہیں پڑھ کر اپنے آنسو نہیں روک سکتا لیکن باوجود اس کے کہ آپ سید ولد آدم تھے خاتم النبیین تھے، تمام نبیوں کے سردار تھے۔ اور باوجود اس کے کہ آپ اللہ تعالے کو اس قدر پیار سے تھے کہ اس نے اپنی محبت کو آپ کی محبت میں مرکوز کر دیا اور فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور اپنی

محبت کے تمام دروازے

بند کر دیئے سوائے اس کے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ہو کر آتا تھا۔ مگر آپ کو مصیبت پر مصیبت آئی۔ فاقہ پر فاقے ہوئے۔ آپ نے اپنے محبوبوں اور عزیزوں کو بھوک، پیاس سے اپنے سامنے تڑپتے دیکھا۔ سال تک محصور رہے جہاں کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا تھا۔ اور درختوں کے پتے کھا کر گذارہ کرتے تھے۔ ایک صحابی کہتے ہیں۔ ہمیں آٹھ آٹھ دن پاخانہ نہیں آتا تھا اور جب آتا تھا تو بکری کی مینگنیوں کی طرح کا آتا۔ کیونکہ کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا اور ہم درختوں کے پتے کھاتے تھے یہ حالت ۲ سال تک رہی۔ پھر اس کے معاً بعد

عزیز ترین وجود

آپ سے جدا ہو گیا یعنی آپ کی محبوب اور غمگسار بیوی کا فوت ہو گئیں۔ پھر اور تکالیف آئیں اور اللہ تعالے نے اس سلسلہ کو لمبا کرتا گیا کیونکہ وہ دنیا کو دکھانا چاہتا تھا کہ اس کا سب سے زیادہ محبوب اس کے لئے سب سے زیادہ تکلیف برداشت کر رہا ہے

غرض خدا تعالے کی سنت ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو جگانے کے لئے مصائب نازل کرتا رہتا ہے۔ مومنوں کے لئے ان مصائب کا نام اس نے ابتلاء رکھ دیا۔ تا ان کے

احترام میں فرق

نہ آئے۔ اور تا دنیا یہ نہ کہے کہ خدا اور اسکے رسولوں کو ماننے والے بھی عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ورنہ چیز ایک ہی ہے۔ جیسے ہم کسی سے کہتے ہیں کھانا ٹھونس لو کسی سے کہتے ہیں کھانا کھا لیجئے اور کسی سے کہتے ہیں تناول فرما لیجئے۔ بات تو ایک ہی ہے۔ لیکن ٹھونس لو کہنا نادانوں کے لئے۔ کھا لیجئے

برابری کے لئے اور تناول فرما لیجئے اعزاز کے لئے ہے ورنہ بات ایک ہی ہے اسی طرح مومن اور کافر دونوں کو مصائب اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مگر نام دونوں کے لئے الگ الگ رکھ دیئے گئے۔ کافر کی تکالیف کا نام عذاب اور مومن کی تکالیف کا ابتلاء رکھ دیا گیا۔ پھر مقصد بھی ایک ہی ہے۔ خدا تعالے چاہتا ہے کہ غافل لوگ بیدار ہوں اور جو بیدار ہو چکے ہیں وہ اور ترقی کریں۔ مگر بعض ان عذابوں اور ابتلاؤں سے ترقی کرنے کی بجائے ٹھوکر کھاتے اور اپنی اپنی حالت کے مطابق اور پیچھے جا پڑتے ہیں۔ مومن تو فائدہ اٹھاتا ہے لیکن جس کے

ایمان میں خلل

ہو وہ ٹھوکر کھا جاتا ہے۔

مولانا روم نے اپنی مثنوی میں ایک روایت لکھی ہے جو بظاہر روایت تو اس کی صحت کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن سبق حاصل کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت لقمانؑ کو بچپن میں کوئی اٹھا کر لے گیا۔ اور ایک تاجر کے پاس فروخت کر دیا۔ آپ اس تاجر کے پاس کام کرنے لگے۔ آپ کی لیاقت اور ذہانت کو دیکھ کر وہ تاجر آپ سے بے حد محبت کرتا اور آپ کو اپنے بچوں کی طرح رکھتا حتیٰ کہ آپ کے بغیر کوئی چیز نہ کھاتا۔ اور جب کچھ کھانے لگتا تو آپ کو بھی شریک کر لیتا۔ ایک دفعہ اس کے پاس ایک گماشتہ نے کسی دور دراز علاقہ سے اس کے لئے

بے موسم خربوزہ

بھیجا۔ تاجر نے اس کی ایک قاش کاٹ کر حضرت لقمانؑ کو دی۔ آپ نے اسے نہایت مزے سے کھایا۔ تاجر سمجھا بہت مزیدار ہے۔ اس لئے اس نے ایک اور قاش دی۔ وہ بھی انہوں نے اسی طرح مزے سے کھائی۔ اس پر اس کی طبیعت بھی چاہی کہ ایسا مزیدار خربوزہ خود بھی کھائے اور ایک قاش کاٹ کر اس نے اپنے منہ میں ڈالی۔ مگر اسے معلوم ہوا کہ خربوزہ سخت کڑوا ہے۔ اس پر وہ حضرت لقمانؑ سے ناراض ہوا کہ میں تو تمہارے مزے کی خاطر تمہیں دے رہا تھا اگر کڑوا تھا تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہ۔ یا اپنے چہرہ سے اس کی کڑواہٹ کا اظہار کیوں نہ کیا۔ حضرت لقمانؑ نے جواب دیا جس ہاتھ سے میں اتنی میٹھی چیزیں کھا چکا ہوں۔ اس سے ایک کڑوی چیز لے کر میں اتنی قدر احسان فراموش کیوں بنتا کہ منہ بنانے لگتا۔

مومن کا کام ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے زہر ہو تو بھی اپنے ایمان کو متزلزل ہونے نہ دے۔ کیونکہ قرآن شریف میں

منافق کی علامت

یہ بتائی گئی ہے کہ جب تک اسے ہم نعمتیں دیئے جائیں وہ رہتا ہے لیکن جب ہاتھ روک لیں ناراض ہو جاتا ہے۔ مگر مومن ابتلاء میں ثابت قدم رہتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک

عبرت انگیز واقعہ

ہے آپ جنگ تبوک کے لئے نکلے بعض لوگ پیچھے رہ گئے۔ آپ ان پر ناراض ہوئے اور حکم دیا ان سے کوئی کلام نہ کرے اور کچھ دنوں کے بعد حکم دیا کہ ان کی بیویاں بھی ان سے علیحدہ رہیں۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتنی بڑی سرزنش تھی۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں

میں متواتر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور آکر السلام علیکم کہتا اور یہ خیال کرتا۔ آپ بولیں گے تو نہیں۔ مگر شاید منہ میں جواب دیں۔ اس لئے آپ کے ہونٹوں کی طرف دیکھتا۔ لیکن جب کوئی حرکت نہ ہوتی تو اٹھ کر چلا جاتا اور دوبارہ آکر السلام علیکم کہتا اور پھر ہونٹوں کی طرف دیکھتا جب ہونٹوں میں حرکت نظر نہ آتی تو پھر باہر چلا جاتا اور پھر آتا۔ اسی طرح آتا جاتا رہتا۔ ایک دفعہ میں اپنے بھائی کے ساتھ ہو لیا۔ جس سے مجھے اتنی محبت تھی کہ ہمیشہ اکٹھے کھاتے تھے۔ اس سے میں باتیں کرتا گیا۔ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے تنگ آ کر کہا۔ تو تو اچھی طرح جانتا ہے میں منافق نہیں ہوں

محض غفلت کی وجہ سے

پیچھے رہ گیا۔ اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے اس پر میں نے خیال کیا کہ اس سے زیادہ اور کیا ہو گا۔ کہ اتنا عزیز بھائی بھی میری طرف توجہ نہیں کرتا۔ میں دل برداشتہ ہو کر بازار کی طرف چلا گیا۔ راستہ میں مجھے بعض لوگوں نے بتایا کہ ایک اجنبی تمہیں پوچھتا پھرتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے پوچھا کیا تم مالک ہو۔ وہ شخص

غسان کے فرمانروا کا ایلچی

تھا جو سرحد پر سلطنت روما کے ماتحت ایک عیسائی ریاست تھی۔ اس نے مجھے ایک خط دیا۔ جس میں لکھا تھا ہمیں معلوم ہے تم کتنے معزز آدمی ہو۔ اور قوم میں تمہیں کس قدر رسوخ اور تعرف حاصل ہے مگر خبر ملی ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تم سے ایسا برا سلوک کیا ہے جو ذلیل لوگوں سے بھی نہیں کیا جاتا۔ اس کا ہمیں بہت افسوس ہے۔ اگر تم ہمارے پاس آ جاؤ تو ہم تمہارا مناسب اعزاز کریں گے۔ میں نے یہ خط پڑھ کر دل میں کہا۔ یہ

شیطان کا آخری حملہ

ہے۔ خط لانے والے سے میں نے کہا آؤ اس کا جواب دوں۔ میں اسے ساتھ لے کر چلا۔ آگے ایک تنور جل رہا تھا۔ میں نے خط اس میں پھینک کر کہا۔ اپنے آقا سے جا کر کہہ دو۔ کہ اس کے خط کا یہ جواب ہے۔ یہ کہہ کر میں گھر آ گیا چونکہ کوئی بات تو کرتا نہیں تھا۔ اسلئے اب گھر میں ہی رہنے لگا۔ آخر ایک دن صبح کی نماز کا وقت تھا کہ میں نے سنا ایک شخص دور پہاڑی سے آواز دے رہا تھا۔ مالک مبارک ہو خدا اور اس کے رسول نے تمہیں معاف کر دیا۔ مالک مالدار آدمی تھے۔ اور جنگ سے بھی اسی لئے رہ گئے تھے کہ انہوں نے سمجھا میرے پاس سواری ہے۔ جب چلوں گا تو شریک جا کر شامل ہو جاؤں گا مگر وہ اسی خیال میں رہ گئے انہوں نے کہا میں چونکہ مال و دولت کی وجہ سے جہاد سے محروم رہا ہوں۔ اس لئے اپنی ساری جائداد

خدا تعالے کی راہ میں

دیتا ہوں اور اپنی دنیا داری سے اس طرح کو بلایا کہ جس شخص نے سب سے پہلے آپ کو مبارک باد دی اسے بھی آپ نے ایک دوست سے قرض لے کر تحفہ دیا۔ اپنے مال سے کچھ نہ دیا۔ کیونکہ وہ ان کے نزدیک ان کا نہیں بلکہ خدا تعالے کا ہو چکا تھا۔

تو مومن

ابتلاء میں ترقی

کرتا ہے۔ لیکن منافق اور کبھی گر جاتا ہے۔ اللہ تعالے کی طرف سے جو ابتلاء آتے ہیں۔ وہ اس لئے آتے ہیں کہ لعلھم یرجعون۔ جب کافر پر عذاب بھیجنے سے بھی خدا تعالے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کی طرف لوٹے تو مومن پر ابتلاء اسے اپنے سے دور کرنے کے لئے کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو شخص دشمن کو بھی اس کے فائدہ کے لئے سزا دیتا ہے وہ دوست کو

نقصان کے لئے

تکلیف کس طرح دے سکتا ہے۔ لیکن بعض نادان اپنے نفع و نقصان اور مفید و مضر میں امتیاز نہ کر سکنے کی وجہ سے سخت ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب پہنچتا ہے اس کی غرض یہی ہوتی ہے کہ دلوں کو صاف کرے۔ اگر انسان اس سے سبق حاصل کرے۔ تو وہی اس کے لئے

برکت کا موجب

ہو جاتا ہے اور اگر دور جا پڑے تو اللہ غنی ہے اسے کسی کی پرواہ نہیں۔ اسلئے تم پر بھی جب کوئی مصیبت آئے۔ تو اگر اپنے آپ کو منافق سمجھتے ہو جب بھی یہی خیال کرو کہ اس کی غرض لعلھم یرجعون ہے اور اگر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا دوست سمجھتے ہو تو یہ خیال کرو کہ جب کوئی ذلیل انسان بھی اپنے دوست کو نقصان نہیں پہنچاتا تو خدا تعالیٰ اپنے دوست کو کس

رسالہ الوصیّت میں خلافت کا ذکر

اخبار پیغام صلح کے اعتراض کا جواب

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل ربوہ

(اخبار پیغام صلح ۲۴ر جون ۶۴ء میں محمود احمد ملک آف پشاور کا ایک مضمون "صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا موضع شیخ کی یاں دورہ" کے زیر عنوان شائع ہوا ہے۔ ملک صاحب میری تقریر کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"باوجود احتیاط و بسیار کے ایسی بات دوران تقریر میں فرمائی کہ سراسر خلاف حقیقت تھی فرمایا کہ الوصیت جو وفات سے دو سال پہلے لکھی گئی ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے ہم کو مقام خلافت پہ جیسے ہوتے کی تاکید ہے اور حضرت نور الدین مرحوم کے چھ سالہ دوران کے بعد خلافت ثانیہ کے رنگ میں تا حال بحال ہے اور اسی طرح آئندہ بھی ہمیں خلافت کے قیام و استحکام کے لئے مال و جان کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے تاکہ خلافت کے زیر سایہ انتظام جاری و ساری رہے"۔

" ہمیں تو الوصیت میں ایسا کوئی فقرہ نظر نہ آیا جو عالم مصری صاحب نے پیش فرمایا ہے!

جواباً گذارش ہے کہ سب سے پہلے توجہ امر خاص توجہ کے لائق ہے کہ آج پورے ۵۶ برس کے بعد جناب ملک صاحب کو الوصیت میں خلافت مسیح موعودؑ کے متعلق کوئی فقرہ نظر نہیں آتا مگر ۵۶ سال پہلے صدر انجمن احمدیہ کے جملہ اراکین اور جماعت احمدیہ کے سب افراد کو بالاجماع یہ نظر آ رہا تھا کہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو خلافت کے بارے میں تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے اعلان فرمایا تھا کہ:۔

" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعود بہ اجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے احباب موجود تھے مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جناب نواب محمد علی خان صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب خلیفہ رشید الدین صاحب خاکسار خواجہ کمال الدین) " (اخبار بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء اور الحکم ۲۸ر مئی ۱۹۰۸ء)

علاوہ اس اعلان کے بیعت سے ذرا پیشتر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے جو تحریر یا تھا ہی مجمع عام میں سنائی جس پر سب اکابر جماعت کے دستخط تھے جن میں جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اور مولانا سید محمد احسن صاحب مرحوم بھی شامل تھے وہ تحریر بھی نہایت واضح ہے یہ تحریر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے پیش کی گئی تھی۔ الفاظ تحریر یہ تھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد المصطفیٰ و علی المسیح الموعود خاتم الاولیاء

اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے

ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے، کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا"۔

(اخبار بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

میرا یقین ہے کہ جناب ملک صاحب اور ان کے صاف دل ساتھیوں کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ جماعت احمدیہ اپنے سب سے پہلے اجماع میں قطعی فیصلہ کر چکی ہے کہ جماعت احمدیہ میں خلافت کا آغاز اور سیدنا حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا بطور خلیفۃ المسیح الاول تقرر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ الوصیت کے مطابق ہے تو وہ درست اس بارے میں کوئی اعتراض نہ کرتے۔

ان احباب کے مزید اطمینان کے لئے میں رسالہ الوصیت کے صرف دو اقتباس پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "غرض (اللہ تعالیٰ) دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے ...

غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً"

(الوصیت ص۶)

(ب) "سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"۔ (الوصیت ص۷)

بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر دو اقتباس نہایت واضح ہیں ان سے مندرجہ ذیل نتائج بالبداہت برآمد ہوتے ہیں:۔

اوّل۔ ہر نبی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی دو قدرتوں کا خاص ظہور ہوتا ہے ایک خود نبی کی بعثت کے بعد۔ دوسرا نبی کی وفات کے بعد گویا ایک تو نبی کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا زبردست ہاتھ ظاہر ہوتا ہے اور دوسری قدرت اس کی وفات کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ تا اللہ تعالیٰ جماعت کو سنبھال لے اور دشمنوں کو ناکام کرے۔

دوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوسری قدرت کی مثال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کو پیش فرما کر آیت استخلاف سے استدلال فرمایا ہے۔ جس سے عیاں ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلافت کا سلسلہ ہے۔

سوم۔ تیسرا نتیجہ ان اقتباسات سے یہ نکلتا ہے کہ قدرت ثانیہ کا ظہور نبی کی زندگی میں نہیں ہوتا بلکہ اس کی وفات کے بعد ہوتا ہے پس قدرت ثانیہ سے انجمن کا قیام ہرگز مراد نہیں ہو سکتا وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں موجود تھی۔

چہارم۔ ایک بدیہی نتیجہ حضور علیہ السلام کی عبارتوں سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سنت اللہ کے مطابق قدرت اولیٰ ظاہر ہوتی ہے اور اب جب کہ آپ جماعت کو اس وحی سے اطلاع فرما رہے ہیں جو آپ کی وفات کے بارے میں آپ پر نازل ہوتی ہے۔ جماعت کو یقین دلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق میری وفات کے بعد تمہیں قدرت ثانیہ دی جائے گی۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی زبردست تائیدات کو اپنے شامل حال پاؤ گے۔ تم میں سلسلہ خلافت ثابت ہوگا اور پھر ایک مرتبہ آیت استخلاف کا ظہور ہوگا اور نظام خلافت پائیدار طور پر قائم ہوگا پس تم میری وفات کی خبر سے پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھو۔

بھائیو! ان واضح بدیہی نتائج کے ساتھ ساتھ پھر آپ ان اعلانات اور تحریرات پر ایک نظر ڈالیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد صدر انجمن احمدیہ اور اکابر سلسلہ کی طرف سے جرائد میں شائع ہو چکی ہیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ الوصیت میں نہ صرف ایک فقرہ بلکہ کئی فقرے موجود ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد سلسلہ خلافت کا جماعت احمدیہ کو وعدہ دیا گیا اور وہ پورا ہوا۔ مبارک وہ جو اللہ تعالیٰ کی باتوں پر کان دھریں اور کشادہ دل کے ساتھ ان پر غور کریں۔

درخواستِ دعا

میرے ایک دوست کرم محمد صوفی دین محمد صاحب آف گوجرانوالہ کے بڑے لڑکے کی قوت گویائی نہ ہونے کے باعث بہت پریشان ہیں۔ احباب اس بچے کی قوت گویائی کے لئے درست درد دل سے دعا فرمائیں تاکہ ان کی پریشانی دور ہو۔

قاضی عبد الحمید صدیقی قادیان

ماہنامہ تجلی (دیوبند) کی ہرزہ سرائی

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مولوی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن حیدرآباد

یہ ایک سنت مستمرہ ہے کہ جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے کوئی مامور یا مرسل آتا ہے تو دنیا والے مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسے اور اس کی جماعت کو دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے اور اس کے خلاف ہر قسم کی الزام تراشیاں اور بدزبانیاں جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس امر کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

یا حسرة على العباد ما یأتیهم
من رسول الا کانوا به
یستهزءون (یٰسین)

افسوس بندوں پر کہ ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر اس سے استہزاء سے پیش آتے ہیں۔

نیز فرمایا ہے کہ

افکلما جاءکم رسول
بما لا تهوی انفسکم
استکبرتم ففریقا کذبتم
وفریقا تقتلون (بقرہ)

کہ جب کبھی تمہارے پاس رسول آیا اور ایسی بات کو لے کر آیا جو تمہاری گری ہوئی خواہشات کے مطابق نہ تھی (تو تم نے تکبر کرکے انکار کیا۔ بعض کی تم نے تکذیب کی اور بعض کو تم جان سے ہی مار ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے خلاف ابلیس نے انا خیر منہ کا فقرہ لگایا (اعراف ع۲) حضرت نوح کے مخالفوں نے آپ کو سنگسار کرکے ہلاک کرنے کی دھمکی دی (شعراء ع۶) حضرت ہود کو بے وقوف اور کاذب ٹھہرایا (اعراف ع۹) حضرت لوط کو ان کی قوم نے جلا وطن کرنے کا خوف دلایا (اعراف ع۱۰) حضرت شعیب علیہ السلام کو جادوگر جھوٹا اور کاذب گردانا (شعراء ع۱۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر زندہ جلا دینے کی کوشش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کاذب اور ساحر کا خطاب دیا۔ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر لٹکا کر مار ڈالنے کی سعی کی۔ حتیٰ کہ سید ولد آدم سرور کائنات خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ نے ایسی تکالیف و مصائب کا تختہ مشق بنایا کہ سنکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

غرض ابتدائے آفرینش سے مخالفین صداقت کا یہی رویہ رہا ہے حتیٰ کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہی سلسلہ جاری و ساری رہا۔ چنانچہ امت محمدیہ کی اصلاح اور تجدید دین کے لئے خدا تعالیٰ نے جب بھی مجدد یا مصلح کو مبعوث فرمایا ان کے ساتھ بھی عشق محمدی کا دم بھرنے والوں نے ایسا ہی سلوک روا رکھا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے خلاف بدعتی، زندیق اور کافر ہونے کے فتوے دئے گئے آخر قید خانہ میں ڈال کر زہر دے کر مار ڈالا۔ حتیٰ کہ تاریخ بھی بتاتی ہے کہ ان کی نعش کو دفنانے کے بعد قبر میں سے نکال کر بے حرمتی کی۔

حضرت امام شافعی رح کو اخرجوا من الاولیاء کا خطاب دیا گیا۔ حضرت امام مالک پر کفر کا فتوے لگا کر ۲ سال تک قید خانہ میں رکھا۔ اور اتنی بے دردی سے ان کی مشکیں کسیں کہ ایک ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رح کے پاؤں میں بھاری بھاری زنجیریں ڈال کر ایک لمبے عرصہ تک قید میں رکھا۔ ان کو ذلیل کرنے کے لئے مجلسوں اور مسجدوں میں بلایا جاتا اور لوگ ان کو طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے۔

غرض یہ ایک پُردرد اور دلآزار داستان ہے کہ امت محمدیہ کے نام نہاد علماء نے ائمہ کرام اور مجددین امت کو طرح طرح کی اذیتوں اور دکھوں اور آلام کا تختہ مشق بنائے رکھا بالکل ایسا ہی مخالفانہ سلوک چودھویں صدی کے مجدد اور اس زمانہ کے امام ربانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بھی برتا گیا۔ خود آپ کو اور آپ کی پاک جماعت کے افراد کو گالی گلوچ سے لے کر جسمانی تکالیف دہی اور ایذا رسانی تک میں پہلوں نے کمال کر دکھایا۔ ہر قسم کے تمام سلوک سے بڑھکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باوجود ہر قسم کی مخالفانہ کوششوں اور منصوبہ سازیوں کے ہر موقعہ پر ناکام و نامراد ہی رہے۔

چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف جماعت احمدیہ کی مخالفت میں سرگرم حصہ لینے والی جماعت اسلامی نے اپنے رسالہ "المنبر" (لائلپور) کے ذریعہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ہے ان میں سے ...... ؟ سید نذیر حسین صاحب دہلوی مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی مولانا قاضی سید سلیمان صاحب منصور پوری مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی۔ مولانا ... صاحب امرتسری۔ اور دوسرے اکابر ...... کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے ...... لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کارشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا" (المنبر ۲۳ مارچ سنہ ۵۶ء)

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے خلاف ان "اکابر امت" کی تمام تر صلاحیتوں سے کی گئی مخالفت کے باوجود اللہ تعالےٰ نے ان کو ناکام و نامراد رکھا اور آپؑ کو آپؑ کی جماعت کو دن دونی رات چوگنی ترقی دیتا رہا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاکسار کے ان چند سطور لکھنے کا محرک دیوبند سے شائع ہونے والے ماہنامہ تجلی مجریہ مارچ اپریل سنہ ۶۴ء بنا ہے جس میں ایک کتاب "مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں" پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک تبصرہ نگار عامر عثمانی نے اپنی دیوبندی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اپنی بدزبانی اور گندہ ذہنی کا بہترین ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ مقولہ ہے کہ الاناء یترشح بما فیہ کہ برتن میں سے وہی چیز باہر نکلتی ہے جو اس کے اندر ہو۔

تبصرہ نگار لکھتا ہے:۔ "آدم جیسا احسن تقویم ہو اور اسفل سافلین کی بے دینی سے شیطان جن کا کاسۂ لیس بن بیٹھا ہو وہ آدمی رہتا ہی کب ہے۔ وہ تو قرآن کے مضمون میں جانور بلکہ جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ جو آپ اسلام کی چودہ صدیوں میں وقتاً فوقتاً متعدد نبیاں سے نبیوں کا ذکر سنتے آرہے ہیں یہ مسخرے فی الاصل آدمی کب تھے۔ آدمی اگر فقط گوشت اور ہڈیوں کے مجموعہ کا نام ہے تو سب سے بڑا آدمی ہاتھی اور بجار کہلانے چاہئیں۔ آدمی تو فقط ادراک و تزکیہ کا نام ہے۔ ابن بھیجے کو شیطان اگر گوبر میں تبدیل کر دے تو آدمی حیوان ناطق تو ضرور کہلائے گا مگر انسانیت اس کو چھو کر نہیں گزرے گی .... ابھی ماضی قریب میں ایک بدبانگ ہی گذرے ہیں تعجب ہے ان کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ مسخرے پن کی تکمیل اسی صورت میں ہوتی کہ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی کوئی عورت دعوی نبوت لے کر اٹھتی۔ عورت کا دعوائے نبوت مردوں سے زیادہ دلچسپ ہوتا۔ یقین نہ آئے تو ماضی بعید کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے۔ ہمارا دعویٰ ہے آج کے عورت زدہ دور میں اگر کوئی کمر اور ... صورت دعوئ نبوت لے کر اٹھے تو وہ اس سے بڑی امت پیدا کرے گی جتنی ماضی قریب کے ایک مرد پیغمبر نے پیدا کی ہے۔"

قارئین حضرات! تبصرہ نگار کے قلم سے مترشح مذکورہ سطور کے نقل کرنے سے ہرگز میرا یہ منشا نہیں کہ اسی انداز اور طرز تحریر سے ان کا جواب بھی لکھ دیا جائے۔ ایسی تحریر اور ایسی گندہ ذہنی ان کو ہی مبارک ہو۔ نہ میری زبان دیوبند کی تربیت یافتہ ہے اور نہ میرا قلم وہاں کا تراشا ہوا ہے۔ ہم احمدیوں کو تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ ۔ ؎

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

مضمون نگار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جانور سے بدتر۔ دنیا سے تھا نبی۔ مسخرہ وغیرہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ نعوذ باللہ۔ ہمیں اس سے تعجب نہیں بلکہ خوشی ہے کہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے ایک معیار صداقت کا اعادہ ہو رہا ہے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے کہ

فان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک

یعنی مشرکین مکہ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے قبل جتنے بھی انبیاء اور مرسلین مبعوث ہوئے تھے ان سب کے ساتھ مخالفین کا یہی رویہ رہا تھا۔" اس صورت میں اگر ان لوگوں کا رویہ موجودہ زمانہ کے بعض لوگوں نے بھی اپنا لیا ہے تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہے

(باقی آئندہ)

ولادتیں و درخواست دعا

۱۔ مورخہ ۱۵ر جون کو اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو دوسرا لڑکا عطا فرمایا۔ مگر ولادت کے بعد میری اہلیہ کو سخت کمزوری ہو گئی۔ کرسچن زنانہ ہسپتال اسلام آباد میں داخل کر دیا گیا ہے احباب جماعت اور درویشان قادیان سے عزیز نومولود کی درازئ عمر اور زچہ کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

۲۔ خاکسار کا بھائی نذیر احمد ہائر سیکنڈری سکول سے تھرڈ ڈویژن پاس کرنے کے بعد عرصہ تین سال سے ملازمت کی تلاش میں ہے مگر کامیابی نہیں ہوئی اب کوشش ہو رہی ہے احباب کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مالی مشکلات سے نجات دے اور دینی دنیوی ترقیات سے ہمکنار کرے۔

خاکسار محمد عبداللہ ڈار صدر جماعت احمدیہ شورت کشمیر

۳۔ میرے چھوٹے بھائی محمود احمد صاحب سعید واقف زندگی کو اللہ تعالیٰ نے ۱۸ جون کو دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے الحمد للہ۔ نومولود محمد عثمان صاحب مرحوم آف حیدرآباد دکن کا پوتا اور ملک محمد شفیع صاحب مرحوم لائلپوری کا نواسہ ہے۔ نومولود کا نام حضور نے ازراہ شفقت مسعود احمد تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچے کو لمبی عمر والی زندگی عطا کرے اور والدین کیلئے قرۃ العین بنائے اور دین کا حقیقی خادم بنائے۔

قسط اوّل

مسئلہ تثلیث

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

"تثلیث" قصرِ مسیحیت کا ایک اہم پہلا ستون ہے۔ اگر یہ ستون محض مکان کی زینت اور فنِ تعمیر کا حسن و نفاست دکھانے کے لئے بنا ہوتا تو ہم اس کا ان بدعتوں میں شمار کر لیتے جو ہر مذہب میں قوموں کی اعجوبہ پرست ذہنیت خود بخود پیدا کر لیتی ہے

مگر مسیحی مذہب میں تثلیث کوئی بدعت یا مکان کا آرائشی سامان نہیں۔ بلکہ آج یہ تعمیر مسیحیت" کا وہ ستون ہے جس پر دینِ عیسوی کی ساری عمارت کھڑی ہے۔ موسوی شریعت کی بنیاد اگر کلمۂ توحید پر تھی تو مسیحیوں نے اپنے مذہب کی بنیاد "عقیدۂ تثلیث" پر رکھی۔ محبت، فضل اور نجات جس کی مسیحی منّاد خوشخبری سنایا کرتے ہیں، عقیدۂ تثلیث کے بغیر ان میں سے کوئی انعام انسان کو نہیں مل سکتا۔

مسیحیت کا پودا اگر زندہ ہے تو تثلیث کے پانی سے اس لئے ہم "تثلیث کو مسیحیت کی "رگِ حیات" کہنے پر مجبور ہیں۔

ان کے نزدیک عالم کی تخلیق محض باپ بیٹا اور روح القدس کے اس نظریہ پر ایمان لانے کے لئے عمل میں آئی جس کا خاتمہ ان چند قطرات خون پر ہوا۔ جو کالوری کی ایک چٹان پر بہایا گیا۔ اور جب "مثلث شخصیت" کے حصۂ مظہریت نے مرتے وقت اس بات کی شہادت دی کہ خدا نے اس کو بے بسی دبے کسی کی موت مرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا۔

تثلیث اور جناب مسیح

تثلیث کی یہ اہمیت سامنے رکھ کر جب ہم جناب مسیح کے کلمات و ملفوظات سے اس کی تشریح کرنا چاہتے ہیں تو یہ حیرت انگیز حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کا کلام اس لفظ سے اتنا ہی ناواقف ہے۔ جتنا ایک نوزائیدہ بچہ عقیدۂ شرکت سے

ان عقائد و تعلیمات اور ملفوظات کا وہ مجموعہ جس کو اناجیل اربعہ کہتے ہیں "تثلیث" کا کوئی پیغام ہمارے سامنے پیش نہیں کرتا۔

"تورات" جو ان کی کتاب شریعت ہے۔ وہ بھی اس کا کوئی نام و نشان نہیں بتاتی بلکہ اس نے تو جا بجا ایسے پاسبان مقرر کر دیئے ہیں جو انسانی ذہن کو عقائد کے اس خارزار کی طرف آنے سے روکے

اگر جناب یسوع مسیح لوگوں کو تثلیث کی دعوت دینے مبعوث ہوتے تھے۔ تو ان کی تعلیمات میں بار بار اس کا ذکر آنا چاہیئے تھا۔ جس طرح قرآن پاک میں توحید الٰہی کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اور اگر وہ ایک امر کی طرف سے زندگی بھر سکوت اختیار کئے رہے تو پھر وہ ان کے مذہب کا بنیادی عقیدہ کیسے بن گیا؟

جناب یسوع مسیح کے متعلق تو خیر یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں کا بھید معلوم کر لیا کرتے تھے۔ تو کیا یہی طاقت حواریوں اور رسولوں میں ان سے بڑھ کر تھی کہ انھوں نے یسوع مسیح کے دل کا وہ راز معلوم کر لیا جو جیتے جی کبھی ان کی زبان پر نہ آسکا؟

ان تمام شواہد سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے پیروؤں کو تثلیث کا کوئی پیغام نہیں دیا۔ ان کا ذہن "تثلیث" کے تصور سے اتنا ہی دور تھا۔ جتنا سورج کا مرکز تاریکی اور ٹھنڈک سے۔

مگر افسوس کہ مسیحیوں نے اس آئینہ حقیقت نما کو توڑ پھوڑ کر وہ "شیشہ گری" اختیار کی۔ جو ایک کو تین اور تین کو ایک بتاتی ہے۔ اور جس آئینہ خانہ میں ہر شئے "سہ رخی" نظر آتی ہے۔ کیا توحید کے پرستار "تثلیث کے اس "نگار خانہ" میں دفعۃً داخل ہو گئے ہیں یا ان کے اس عقیدے میں فساد آہستہ آہستہ رونما ہوا؟

عقیدۂ تثلیث کے دو دور

تاریخ مسیحیت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "عقیدۂ تثلیث" تاریخ کے دو دوروں سے گزرا ہے۔ ایک دور "پولوس" رسول کا ہے اور دوسرا "اتاناسیوس" (ATHANASIUS) کا۔ "پولوس" کا دور تین سو سالہ دور ہے اس کے بعد "اتاناسیوس" کا دور شروع ہوتا ہے۔ اور یہ اب تک دراز ہے

دورِ پولوس

دور "پولوس" میں عقیدۂ تثلیث کی بنیاد صوفیوں کے نظریہ "ہمہ وجودیت" پر تھی۔ تمام مذاہب کے صوفیاء میں ہمہ وجودیت۔ وحدۃ الوجود یا "ادویت واد" کا ایک اعتقاد پایا جاتا ہے۔ اس عقیدے کے مطابق "خدا کی روح کسی انسانی قالب میں حلول کر آتی ہے یا عارضی طور پر انسان پر الوہیت کا رنگ غالب آجاتا ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصطلاح میں اس کو "فنا نظاری" کہتے ہیں۔ اس عقیدے کی نظیر افلاطون کے فلسفۂ جدیدہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایشیائی مذاہب میں کوئی ایسا نہیں جو اس نظریئے سے متاثر نہ ہوا ہو۔ اسلام میں بھی شاید ہی کوئی ایسے اہلِ دل بزرگ گزرے ہوں جن کے کسی قول سے اس خیال کی ایک گونہ تائید نہ ہوتی ہو۔ مولانا جلال الدین رومی جن کو صوفیاء اسلام میں اہلِ وجود و اہلِ شہود دونوں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مثنوی کے آغاز ہی میں یہ بات کچھ ایسے دلنشین انداز میں کہی ہے کہ ہر طبقۂ خیال کا آدمی اسے پڑھ کر مست و بے خود ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند
از جدائیہا شکایت می کند
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

ان اشعار میں یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ تمام ارواح وصالِ الٰہی یا لقاءِ الٰہی کے شوق میں بے قرار ہیں۔ دنیا ان کے لئے قید خانہ یا دارِ ہجرت ہے۔ ہر روح اپنی اصل کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہے۔

"اہلِ وجود" ہوں یا "اہلِ شہود" بے خودی و وارفتگی کے عالم میں ان کی زبان پر اکثر ایسے ہی اشعار آتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ہمہ وجودیت

لیکن ہم احمدیوں کو اس نظریئے کی حقیقت و ماہیت سمجھنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف جیسے توضیح مرام، حقیقۃ الوحی یا ملفوظات کے ان مقامات کا مطالعہ کرنا چاہیئے جہاں اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے خصوصاً حقیقۃ الوحی کا ابتدائی حصّہ۔ اس بحث میں جو "جادۂ اعتدال" ہے وہ آپ کی ان تحریروں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ آپ نے اہلِ وجود و اہلِ حلول کے مسلک سے ہٹ کر یہ راستہ اختیار کیا کہ

مردانِ خدا خدا نہ باشند
لیکن از خدا جدا نہ باشند

پھر بھی آپ کے کلام میں بعض جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف اس رنگ میں کی گئی ہے۔ جو وجودی صوفیاء کے بلند پایہ کلام سے ملتی جلتی ہے۔ جیسے آپ نے توضیح مرام میں فرمایا کہ

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد
پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

اسی طرح آپ نے "کتاب البریہ" میں لکھا کہ

خدا انگیختش از ترب حق دے تھا
خدا نماست وجودش برائے عالمیاں

نعت و منقبت رسول کا یہ رنگ وجودی صوفیاء کا پسندیدہ رنگ ہے۔ ہمارے امام ثانی سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود نے بھی ۱۷ر اگست ۱۹۲۱ء کو ناسنور (کشمیر) میں جو خطبہ دیا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہاں تک فرمایا کہ

آپ نبیوں کے سردار بن گئے۔
ایک طرف تو خدا کا وہ قرب ملا
کہ آپ کو خدا سے جدا کرنا مشکل
ہو گیا۔

(بدر قادیان ۲۵ر اپریل ۱۹۶۲ء)

باپ بیٹا اور روح القدس کا فارمولا

غرض مذاہبِ عالم میں یہ خیال زمانۂ قبل مسیح سے چلا آرہا ہے۔ پولوس نے تثلیث کی تعریف میں اس نظریئے سے مدد لی۔ مگر اس نے اپنے لئے باپ بیٹا اور روح القدس کا جو فارمولا پیش کیا وہ بڑا معقول و دلچسپ ثابت ہوا۔ یہ فارمولا پرانا اور مذاہبِ عالم کا پسندیدہ فارمولا ہے۔ مسیحیت کے عالم وجود میں آنے سے پہلے اہلِ مذاہب خدا اور بندوں کے درمیان باپ اور بیٹوں جیسا تعلق دکھاتے چلے آرہے تھے وہ عموماً دعا و مناجات کے وقت خدا کو باپ ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اور یہ اصطلاح ایسی عام تھی کہ ہر برگزیدہ انسان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا جاتا تھا۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ ہندو دھرم کے بھجنوں اور پرارتھناؤں میں بھی خدا کو باپ ہی کہا گیا ہے۔ اور اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو رحم، محبت اور اطاعت کے جذبات کو ابھارنے کا یہ ایک طبعی طریقہ ہے۔ ایک جگہ قرآن مجید نے بھی مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح اپنے آباء و اجداد کو یاد کرتے ہو یا اس سے بھی بڑھ کر۔

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم
او اشد ذکرا۔

ابن اللہ اور اہل اللہ

لیکن اسلام چونکہ شرک کی بیخ کنی کرنے آیا ہے اس لئے اس میں ابن اللہ کی اصطلاح تو مروج نہیں ہو سکی البتہ مسلمانوں میں جگہ جگہ اہل اللہ کی اصطلاح مروج ہے جو قریب قریب اسی مفہوم کو ادا کرتی ہے۔

"اہل اللہ" کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اسلام سے پہلے انسان کو خمر تا صفات الٰہیہ کے سمجھنے کے لئے محسوسات کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ اس لئے محبت اور رحم کی صفات دلنشین کرنے کے لئے خدا کو باپ کہا کرتے تھے اور نیکوکار جو رحمِ الٰہی کے طلبگار ہوتے تھے "خدا کے بیٹے"۔

حقیقۃ الوحی کا حوالہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام "حقیقۃ الوحی" میں ایک محاورہ ابن اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"پہلی کتابوں میں جو کامل راستبازوں کو خدا کے بیٹے کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے بھی یہ معنی نہیں کہ وہ درحقیقت خدا کے بیٹے

ہیں۔ کیونکہ یہ تو کفر ہے اور خدا بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ ان کامل راستبازوں کے آئینہ صافی میں عکسی طور پر خدا نازل ہوا تھا اور ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جبکہ ایسے دل میں جو نہایت صافی ہے اور کوئی کدورت اس میں باقی نہیں رہی۔ تجلیات الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے تو وہ عکسی تصویر استعارہ کے رنگ میں اصل کے لئے بطور بیٹے کے ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر "توراۃ" میں کہا گیا ہے کہ یعقوب میرا بیٹا بلکہ پلوٹھا بیٹا ہے اور عیسیٰ ابن مریم کو انجیلوں میں بیٹا کہا گیا ہے۔ اگر عیسائی لوگ اسی حد تک ٹھہرے رہتے کہ جیسے ابراہیم اور اسحاق اور اسمٰعیل اور یعقوب اور یوسف اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان وغیرہ خدا کی کتابوں میں استعارہ کے رنگ میں خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ ایسے ہی عیسیٰ بھی ہے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا کیونکہ جیسا کہ استعارہ کے رنگ میں ان نبیوں کو پہلے نبیوں کی کتابوں میں بیٹا کر کے پکارا گیا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ نہ وہ تمام نبی خدا کے بیٹے ہیں۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا ہیں۔ بلکہ یہ تمام استعارات ہیں محبت کے پیرائے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا۔ نئے اور پرانے عہد ناموں کی داخلی شہادتوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔

مسیح کا سوال اور پطرس کا جواب

ایک مرتبہ جناب یسوع مسیح نے بھی اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں تو ان سبھوں نے جواب دیا کہ کوئی آپ کو یوحنا سمجھتا ہے کوئی ایلیا۔ کوئی ارمیاہ اور کوئی نبیوں میں سے کوئی نبی۔ جناب یسوع مسیح نے کہا کہ یہ تو دوسروں کی بات ہوئی۔ تم لوگ مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ تو "پطرس" نے جواب دیا کہ میں آپ کو زندہ خدا کا بیٹا مسیح سمجھتا ہوں۔ اس پر جناب مسیح نے ان کو مبارکباد دی لیکن ساتھ ہی شاگردوں کو تاکید کر دی کہ کسی کے سامنے یہ مسیحیت کا اعلان نہ کرنا۔ دیکھئے (متی ۱۶ / ۱۲-۲۰)

جو لوگ تثلیث کی ماہیت اور ابن اللہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں پطرس کے اس جواب سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ پطرس نے جناب مسیح کا مقام بیان کرنے میں محتاط طریقہ اختیار کیا۔ وہ ان کی ایمانی فراست کی دلیل ہے۔ ان کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ میں آپ کے مقام ایلیا۔ یوحنا اور میاہ یا "مقام نبوت" کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ آپ کا شمار اہل اللہ میں کرتا ہوں۔ یہ جواب ایسا ہے جو افراط اور تفریط کے داغ سے پاک وصاف ہے۔ خود جناب مسیح بھی کبھی کبھی اپنے کو خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ جیسے باغ والی تمثیل میں۔

ابن اللہ کے مفہوم میں عموم

البتہ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جناب مسیح خدا کے نبی تھے تو پطرس جیسے حواری نے آپ کو نبی اللہ کہنے کی بجائے ابن اللہ اور مسیح کیوں کہا؟ اور یہ حیرانی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نئے عہد نامے میں کہیں ان کے مقام نبوت پر زور نہیں دیا گیا ہے۔ سارے حواری اور شاگرد اُن کو خدا کا بیٹا کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ ان کی اس اصطلاح سے ہم کوئی معین مفہوم اخذ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ وہ جناب مسیح کو ایک برگزیدہ انسان ... ابن اللہ کی اصطلاح حواریوں کی کوئی ایجاد نہیں تھی بلکہ ... بکثرت استعمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مسیح کے شاگرد عبرانی ... مذہبی عقیدے کے بعض پرانے عہد نامہ کے زیر اثر تھے ... عہد عتیق کی اصطلاحیں ... ایسی ہی اصطلاح "ابن اللہ" کی بھی ہے۔ جو مقدس ہونے کے علاوہ ... بھی ہے۔

خدا کے بیٹے

پرانے عہد نامے میں یہ محاورہ اتنا عام ہے کہ بعض اوقات یہ بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ اس کا اطلاق اسی وجود پر کیا جائے جو خدا کی نظروں میں بزرگی اور نیکی کے اعتبار سے منتخب ہوں بلکہ اس میں تو معمول مفلسوں اور یتیم بچوں کے علاوہ بدکار لوگوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے (دیکھئے بالترتیب زبور ۶۸/۵ ، ۸۲/۶ اور یسعیاہ ۱/۲) اور پولوس رسول کی زبان پر تو یہ محاورہ اتنا چڑھا ہوا تھا کہ تمام بنی اسرائیل کو ابن اللہ کا مقام دے دیا۔ (دیکھئے رومیوں ۹/۴)

بنی اسرائیل کی کتاب مقدس کے اس محاورہ کو سامنے رکھ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جناب مسیح کے شاگرد ان کو ابن اللہ کہہ رہے ہیں تو اس سے تثلیث یا الوہیت مسیح کا تصور کیا ذہن میں آئے گا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جناب مسیح ان کے نزدیک نبی اللہ بھی تھے یا نہیں؟

وہ لوگ اہل زبان تھے اور جناب مسیح سے آرامی زبان میں باتیں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جناب مسیح کے متعلق بار بار ابن اللہ کا محاورہ استعمال کر کے محض اس بات کی شہادت دی ہے کہ وہ ان کو نیک اور برگزیدہ انسان سمجھتے ہیں۔ استاد و معلم اخلاق مانتے ہیں۔ اور صاحب کشف و کرامات مانتے ہیں۔ رہ گیا "درجۂ الوہیت" تو وہ دور کی بات ہے۔ وہ تو ان کو کوئی "مافوق البشر" مرتبہ دینے پر تیار نظر نہیں آتے۔

منطق کے طالب علم جانتے ہیں کہ انسان جنس کے اعتبار سے حیوان ہے مگر جب تک اس کے ساتھ نوع یعنی ناطق یا ضاحک کا لفظ نہیں لگایا جاتا۔ لفظ حیوان کا اطلاق انسان پر نہیں ہوتا۔ یہی مثال "ابن اللہ" کا ہے۔ اس کے معنے میں عموم پایا جاتا ہے۔ اور ہم اس سے کسی کی رسالت، نبوت یا الوہیت پر استدلال نہیں کر سکتے جب تک اس کے ساتھ کوئی مخصص نہ ہو۔

ہم جوں جوں اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں یہ یقین پختہ ہوتا جاتا ہے کہ جناب مسیح کا کوئی خاص مقام و منصب حواریوں کے تصور میں نہیں تھا اگر وہ معین طور پر ان کا کوئی مقام معلوم کر لیتے تو ان کے متعلق "ابن اللہ" جیسا عام محاورہ استعمال نہیں کرتے بلکہ کوئی موثر اور اصطلاح استعمال کرتے جس سے ان کے خاص مقام اور منصب کا پتہ چلتا۔

جناب مسیح نے بھی جہاں جہاں اپنی بعثت کا ذکر کیا ہے وہاں اپنے کسی خاص مقام و منصب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ میں خدا کا نور ہوں۔ میں قیامت اور زندگی ہوں اور خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کہیں اناجیل اربعہ میں یہ نہیں آتا کہ میں مقام نبوت پر فائز کیا گیا ہوں۔

متی اور پطرس کی شہادت

البتہ متی اور "مقدس پطرس" کی شہادت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے تبلیغی زندگی کے آخری دور میں دعویٰ مسیحیت کیا تھا۔ چونکہ آپ "قیصریہ فلپی" میں یہ بات کہنے کے بعد یروشلم کی طرف چل پڑے جہاں واقعہ صلیب پیش آیا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ آپ کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر اس دعویٰ کی عام اشاعت سے گریز کرتے تھے۔ اور شاگردوں کو سخت تاکید تھی کہ وہ یہ بات زبان پر نہ لائیں۔

اس اخفاء میں کیا حکمت تھی؟ اہل اناجیل کو چاہیے تھا کہ اس پر روشنی ڈالتے۔ یہ کہنا کہ فقیہوں اور فریسیوں کا خوف مانع تھا۔ ایک مہمل و بے ہودہ قول ہے۔ اگر وہ ایسے ہی بزدل ہوتے تو خوشی سے دار و رسن کی سزا کے لئے اپنے کو پیش نہ کرتے۔ پھر جب ان کو قبل از وقت علم دے دیا گیا تھا کہ آپ صلیب پر چڑھائے جانے والے ہیں تو پھر خوف کا کیا مقام تھا۔ آپ کو تو معلوم ہی تھا کہ قضائے آسمانی است ایں بہر حالت شود پیدا

اخفاء کی حکمت

میرے نزدیک اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت مقدس پطرس نے جو آپ کو مسیح کہا۔ وہ محض ظن۔ آثار۔ اور نور باطن کی مدد سے کہا۔ خود جناب مسیح نے اس وقت تک دعوائے مسیحیت نہیں کیا تھا۔ البتہ آپ کو معلوم تھا کہ میں "مقام مسیحیت" پر فائز ہونے والا ہوں۔ لیکن چونکہ کوئی سالک "تقدم علی اللہ" کی جرأت نہیں کرتا اس لئے جب تک خدا کی طرف سے کامل انکشاف نہیں ہو جاتا وہ کوئی دعوےٰ نہیں کرتا۔

ہم اس کی نظیر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ ... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوائے مسیحیت سے پہلے یہ کہہ ... :

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

مگر آپ نے محض کسی کے کہنے پر دعوائے مسیحیت نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق تمام جماعت کا یہ یقین تھا کہ آپ ہی پسر موعود اور مضمون سبز اشتہار کے مصداق ہیں۔ مگر آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس وقت تک یہ دعوےٰ نہیں کیا جب تک خدا کی طرف سے آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی۔

مقدس پطرس کا بھی یہی حال تھا۔ محسوس کرتے ہیں کہ آپ وہی مسیح ہیں جن کی پرانے نوشتوں میں خبر دی گئی ہے۔ لیکن اس وقت تک خود جناب یسوع مسیح پر اس کا کامل انکشاف نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آپ اس کی اشاعت سے منع فرماتے تھے۔ (باقی)

اسلام کیا چاہتا ہے

۱۔ تکمیل

روحانیت کا
اخلاق کا
انسانیت کا

۲۔ محبت

خدا تعالےٰ سے
مخلوق خدا سے
امن و امان سے

۳۔ نفرت

جنگ و جدل سے
جھوٹ۔ چوری اور زنا سے
فتنہ و فساد سے

مرسلہ مکرم سید داؤد احمد صاحب مظفر پور بہار

جماعت احمدیہ سنگاپور کی طرف سے بلجیم کے بادشاہ کو تبلیغ اسلام

(بقیہ صفحہ اوّل)

برگزیدہ رسول سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم اور مذہب کو زمانہ تک یورپین سکالرز اور علمائے یورپ بہت بگاڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے اور اس کے متعلق غلط اور نہایت متعصبانہ خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی نبی پیغمبر راہنما مصلح اور ہادی رہنمی خلق خدا کی راہنمائی کے لئے آئے ہیں سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان سب سے زیادہ کامیاب سب سے افضل و اعلیٰ اور بلند مرتبہ رسول ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ تعصب اور عناد کی پٹی کو آنکھوں سے اتار کر سچے دل کھلی آنکھوں اور منصفانہ دماغ سے غور و فکر اور تحقیق کی جائے۔ پس میری پھر آپ سے مؤدبانہ درخواست یہی ہے کہ آپ وقت نکال کر ضرور اس مقدس کتاب قرآن مجید کا بغور اور سچے دل سے مطالعہ فرمائیں۔ اس کے مطالعہ سے انشاء اللہ آپ ایک نئے بے مثال آسمانی کتاب کو اور ایک نئی روحانی دنیا میں اپنے آپ کو محسوس کریں گے۔

بلجیم کے شاہ لیوپولڈ سوم ایک زندہ گواہ

اس سلسلہ میں آپ کی دلچسپی اور اطلاع کے لئے عرض خدمت ہے کہ خود ہماری جماعت احمدیہ کے موجودہ امام اور خلیفہ حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام کے ایسا مذہب ہونے کے زندہ نشان ہیں جو کہ انسان کو ایک حی و قیوم و قادر اور رحیم و کریم محبوب ترین اور عالم الغیب اور اپنی مخلوق سے ہمکلام ہونے والے خدا سے ملاتا ہے۔ ہاں ایسے خدا سے جو جیسے اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور قبول کر کے انہیں جواب سے نوازتا اور انہیں اپنے مخفی سے مخفی راز اور خبروں اور آئندہ ہونے والے واقعات سے قبل از وقت مطلع فرماتا ہے۔

عالی جاہ! آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ خود آپ کے . . . . شاہی خاندان یعنی آپ کے والد ماجد سابق شاہ بلجیم لیوپولڈ دی تھرڈ جاسے اس دعوے کی صداقت کی ایک زندہ شہادت ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران مئی ۱۹۴۰ء میں جبکہ براعظم یورپ میں بھی خوب لڑائی جاری ہو چکی تھی جماعت احمدیہ کے موجودہ امام سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشف میں دکھایا گیا کہ ایک بادشاہ ان کے سامنے سے گذرا ہے۔ اور ساتھ ہی غیب سے یہ آواز آئی ہے

"ABDICATED"

یعنی معزول ہو گیا معزول کیا گیا یا تخت سے دستبردار ہو گیا۔ اور اسی وقت اس کشف کی آپ کو یہ تفہیم ہوئی کہ موجودہ جنگ میں ملوث ممالک میں عنقریب کوئی بادشاہ معزول کیا جائے گا یا تخت سے دستبردار ہوگا۔ چنانچہ آپ نے یہ کشف نہ صرف پبلک میں بیان فرمایا بلکہ قبل از وقت شائع بھی ہو گیا۔

عالی جاہ! اس کے ایک دو روز بعد ہی یہ کشف آپ کے اپنے والد ماجد سابق شاہ لیوپولڈ آف بلجیم تھرڈ کے ذریعہ اپنی پوری تفصیل کے ساتھ لفظ بلفظ پورا ہوا۔ آپ کو معلوم ہے کہ انھیں دنوں جرمن نازیوں نے آپ کے والد ماجد کو پہلے تخت سے معزول کیا اور پھر بطور جنگی قیدی انھیں جرمنی لے جا کر قید میں رکھا اس کے بعد جب لڑائی نے پلٹا کھایا اور بلجیم دوبارہ آزاد ہو گیا تو ملکی عوام کی اکثریت کے اصرار پر آپ کے والد کو مجبوراً دوبارہ بذات خود اپنے تخت سے دستبرداری کا اعلان کرنا پڑا۔ اور انھوں نے آپ کو تخت کا وارث بنانے کی سفارش فرمائی۔ جس کی بنا پر بہر باوجود کم عمری کے آپ کو بلجیم کے تخت کا وارث اور بادشاہ بنا دیا گیا۔

اے بادشاہ! کیا مذکورہ بالا کشف اور اس کے عین مطابق آپ کے والد صاحب کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اس امر کا بین ثبوت نہیں کہ اسلام کے سچے پیروؤں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی متبعین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اب بھی عجیب در عجیب نشان اور آئندہ کے راز اور خبریں دنیا پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے محبوبوں اور نیک لوگوں سے ہمکلام ہوتا ہے کیا کسی دوسرے مذہب میں بھی خدا تعالیٰ سے تعلق اور ہمکلامی کی ایسی مثالیں مل سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں

شاہ لیوپولڈ پر اتمام حجت

خاکسار اس میمورنڈم کی ایک نقل آپ کے والد ماجد سابق شاہ لیوپولڈ تھرڈ کی خدمت عالیہ میں بھی ارسال کر رہا ہے تاکہ یہ عظیم اور واضح کشف ایک مرتبہ پھر ان کے ذہن میں آجائے۔ اور انھیں معلوم ہو جائے کہ یہ سب واقعات ۱۹۴۰ء میں ان کے ساتھ لڑائی کے دوران پیش آنے تھے۔ ان کے وقوع سے قبل اللہ تعالیٰ نے ایک محبوب بندے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک مخلص غلام کو بذریعہ کشف بتفصیل ظاہر فرما دیا تھا۔ اور تاکہ انہیں بھی اس امر کا احساس ہو جائے کہ اسلام ہی ایک ایسا سچا اور کامل مذہب ہے کہ جس کے ذریعہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست اور غیر معمولی تعلق ہو سکتا ہے۔ اور اس کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسرے کسی مذہب میں اب یہ طاقت باقی نہیں رہی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اب اسلام کے ذریعہ دیگر سب مذاہب کو منسوخ اور غیر ضروری قرار دے دیا ہے کیونکہ جب بڑی اور اچھی یا اکمل چیز مل جاوے تو چھوٹی اور ناکام کی ضرورت نہیں رہتی۔

عالی جاہ! آپ کے والد محترم سے متعلق مذکورہ بالا کشف ہی نہیں بلکہ اس قسم کی اور اس سے بھی کہیں بڑھ کر زیادہ مثالیں کشوف و رؤیا اور الہامات اور ربانی پیشگوئیوں کی اس امر کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے نیک و پاک اور محبوب بندوں سے ایسے ہی ہمکلام ہوتا ہے اور آئندہ کے حالات سے قبل از وقت باخبر کرتا ہے اور ان سے براہ راست تعلق محبت رکھتا ہے۔ جیسے کہ وہ گذشتہ زمانہ کے روحانی رہنماؤں اور اپنے پیارے اور مطیع بندوں سے رکھتا تھا۔

پس اے بادشاہ! اگر آپ سچے دل سے مذہب اسلام قبول فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا وحدہٗ لاشریک اور خالق و مالک تسلیم کر کے اس کے حقیقی عبد بننے کی کوشش فرمائیں اور سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی رہنمائی اور قیادت کو قبول فرمائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے بھی اپنے ویسے ہی حقیقی دوستوں اور بندوں والا سلوک کرے گا جن کا ذکر بائیبل میں آتا ہے اور پھر نہ صرف اس کی خاص ربوبیت اور حفاظت تلے ہوں گے بلکہ ہمیشہ کے لئے خدائی بادشاہت اور ابدی نعمتوں اور برکات کے وارث ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

بد قسمت انسان

عالی جاہ! مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ ایک انسان خواہ وہ کتنا ہی بڑا انسان ہو اگر اللہ تعالیٰ پر اس کا کامل ایمان نہیں ہے۔ اور وہ اس کی حقیقی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے اس دنیا میں کوشش نہیں کرتا اور اپنی یہ محدود دنیوی زندگی صرف دنیوی لذات اور دلچسپیوں اور دنیوی بے کار کاموں اور رہبان کے عارضی عیش و عشرت میں گذار کر اس جہان سے چل بستا ہے تو ایسا انسان یقیناً بڑا ہی بدقسمت انسان ہے اور سخت گھاٹے میں ہے اور وہ یقیناً حیات اخروی کی ابدی نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا سے محروم رکھا جائے گا۔ اور آسمانی بادشاہت کے سب دروازے اس کے لئے بند کر دیئے جائیں گے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا اور اپنے سب دنیوی کردار کا جوابدہ ہوگا۔

اے بادشاہ سلامت! اگر یہ مذکورہ بالا امر صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو اندریں حالات اگر یہ سب کچھ جان بوجھ کر بھی ہم صرف اپنی دنیوی اور جسمانی زندگی کا ہی خیال رکھیں اور اسی زمین کی لذات و شہوات کا شکار رہیں اور روحانی زندگی اور خدائی احکام اور اس کے بھیجے ہوئے پیغام رسالت اور سچائی کو پس پشت ڈالتے جائیں اور عدیم الفرصتی یا مذہب سے دلچسپی نہ ہونے کا عذر کر کے خدا اور مذہب یعنی روحانی غذا کو اپنے آگے سے ایک طرف پھینکتے رہیں تو ہمارا یہ رویہ اور طرز عمل کس قدر خطرناک اور ہمارے لئے کتنا نقصان دہ ہوگا ایسی صورت میں یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی اور اپنی ہلاکت اور بربادی کا موجب ہوں گے۔

مذہب سے غفلت کا انجام

عالی جاہ! اگر یہ صحیح ہے کہ موت ہماری زندگی کا خاتمہ نہیں ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر ہم خدا اور سچے مذہب اور کامل رہنما کی تلاش اور ان پر ایمان لانے کی ذمہ داری سے کبھی گریز نہیں کر سکتے۔ اور پھر مذہب سے کنارہ کشی یا غفلت کرنی ہمارے لئے ویسے ہی ہوگی جیسے کہ ایک کبوتر بلی کو اپنی طرف آتے یا حملہ کے لئے اپنے سر پہ کھڑے دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا اور یہی خیال کر لیتا ہے کہ وہ بلی کے حملے سے محفوظ ہو گیا ہے حالانکہ اس کی ہلاکت یقینی ہوتی ہے۔

عالی جاہ! اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس وقت دنیا میں کئی مذاہب موجود ہیں اور ہر مذہب والے یہی دعوے کرتے ہیں کہ صرف ان کا مذہب ہی سچا ہے مگر چونکہ ان سب مذاہب اور ان کی تعالیم و عقائد ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں حتیٰ کہ بنیادی طور پر بھی موجودہ مذاہب میں اتفاق نظر نہیں آتا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ دنیا کے سارے موجودہ مذاہب اپنی موجودہ صورت میں کبھی سچے نہیں ہو سکتے۔ اور ان میں سے ایک سچے کامل عالمگیر اور قابل عمل مذہب کی تلاش کرنی ہوگی۔ پس میں آج آپ کو آپ ہی کی بہتری کے لئے سچے مذہب اور زندہ خدا کی تلاش کرنے کی درخواست کرتا ہوں اور اپنی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر آپ اسلام کا صحیح نگاہ

ہی ظاہر جاہ اراد مسلمان ہو جائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ پر حق واضح ہو جائے گا اور آپ اسلام مذہب کو دیگر سب مذاہب سے افضل و اعلیٰ اور سچا پائیں گے۔

بائبل کے روحِ حق آ چکے ہیں

جہاں تک بائبل کا تعلق ہے بائبل میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نے اپنے بعد ایک اور بہت بڑے اور عالمگیر نبی کی آمد کی پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ مثلاً یوحنا ۱۶-۷-۱۶ میں حضرت مسیحؑ ایک مددگار اور سچائی کی روح یا "روح حق" کی آمد کی بشارت دیتے ہیں جس نے آپ کے اس دنیا سے جانے کے بعد آنا تھا اور آکر ساری دنیا کو سچائی کی راہ پر چلانا اور آئندہ کی خبریں دینی تھیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کا حقیقی اور سچا رتبہ دنیا پر ظاہر کرنا تھا اور جو گندے الزامات حضرت مسیحؑ کے مخالف یہودیوں کی طرف سے ان پر اور ان کی والدہ پر لگائے جاتے تھے ان سے انہیں بری اور پاک کرنا تھا۔

اب اگر صرف اس پیشگوئی کو ہی غور اور انصاف سے دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت نبی اسلام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر ہی چسپاں ہی نہیں ہوتی اور آپ ہی اس عظیم پیشگوئی کے حقیقی مصداق ہیں جو کہ حضرت مسیحؑ سے تقریباً ۶۰۰ سال بعد دنیا کی تمام قوموں کی طرف بھیجے گئے اور آپ نے تشریف لا کر نہ صرف اپنا روح حق ہونا ثابت فرمایا۔ اور سچائی کی ہدی راہ دنیا کو دکھائی۔ اور بے شمار آئندہ کی خبریں اور بشارتیں دنیا کو دیں بلکہ حضرت مسیحؑ کو بھی ان تمام الزامات اور ناقابل قبول باتوں سے پاک اور بری کر دکھایا جو کہ یہودی ان پر لگاتے تھے یا عیسائی ان کی طرف منسوب کرتے تھے۔

آخر میں عرض ہے کہ جیسا کہ عالیجاہ بادشاہ سلامت کو خود علم ہے یہ دنیا چند روزہ ہے اور نہ معلوم ہم میں سے کون کب تک زندہ رہے گا۔ آخر ایک دن ہر ایک کو مرنا اور خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اس کے دربار میں کسی بادشاہ کی بادشاہی یا امیر کی امارت کام نہیں آ سکتی۔ بلکہ صرف سچا ایمان اور اعمال ہی کام آئیں گے۔ اس کے نزدیک امیر غریب چھوٹے بڑے حاکم و رعایا سب برابر ہیں۔ اس لئے آنجناب بھی اپنے ملک کے بادشاہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حیاتِ ابدی کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح کہ دوسرے عام لوگ ہیں اور آپ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی راہ ہدایت پر چلنا ایسے ہی لابدی ہے جیسا کہ دوسرے کئے لئے ہے۔ اس دنیا کی بادشاہتیں خواہ کتنی بڑی اور خواہ کتنی ہی طاقتور ہوں ہمیشہ ہی عارضی ہوتی ہیں اور ان کی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ بھی محض وقتی ہوتا ہے ابدی خوشی اور آسائشوں کی زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اسی انسان کو عطا کی جاتی ہے جو اسے خوش کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ سچائی بلا حیل و حجت قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان و کرم سے آپ کو اس دنیا کے تاجوں میں سے ایک نہایت ہی شاندار تاج عطا فرمایا ہوا ہے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کو آپ کی رعایا بنا کر آپ کو اپنی قوم کی سرداری عطا کر رکھی ہے۔ میں آپ سے امید کرتا ہی ہے کہ آپ سچائی کو بلا حیل و حجت قبول کر کے اور اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کر کے۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور مزید ابدی نعمتوں اور اس کی خوشنودی کا باعث بنیں گے اور اپنی رعایا کے لئے سچائی کے بلا حیل و حجت قبول کرنے کی ایک نیک مثال اور نمونہ قائم فرمائیں گے۔

قوم کا بادشاہ ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت اور احسان ہے مگر یہ دنیوی بادشاہتیں اور سرداریاں بعض دفعہ انسان کو خدا سے دور کر دیتیں اور گمراہی کی طرف بھی لے جاتی ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح ابن مریم نے تمثیلی طور پر انجیل میں کہیں فرمایا ہے کہ ایک امیر یا دولتمند جو خدا کی راہوں پر نہیں چلتا اور محض دنیا کی محبت میں اس قدر منہمک رہتا ہے کہ گویا دولت اور مرتبہ ہی اس کا خدا ہے۔ ایسے شخص کا ابدی جنت اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا اتنا ہی غیر ممکن ہے جتنا کہ ایک اونٹ کا ایک سوئی کے ناکے سے گزر سکنا۔

ہماری دعا ہے کہ عالی جاہ کو صداقت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ اور آپ کی رفیقۂ حیات ملکہ معظمہ اور آپ کے ملک کے لوگوں کے دلوں کو اسلام کے نور کو جذب کرنے کے لئے کھول دے اور حق آپ پر ظاہر ہو جائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

خاکسار آپ کا سچا خیر خواہ
الحاج محمد صدیق امیر تبلیغی سلسلہ انچارج جماعت احمدیہ سنگاپور

کونسل جنرل آف بلجیم کی طرف سے جواب
مسٹر الحاج محمد صدیق صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ اوئن روڈ سنگاپور۔

جناب عالی
آپ کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ آپ کا خوش آمدید پیغام اور قرآن کریم اور دیگر کتب ہز میجسٹی دی کنگ آف بلجیم کی خدمت میں ان کی سنگاپور کی آمد پر آپ کی طرف سے پیش کر دیئے گئے تھے۔ ہز میجسٹی نے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا اور مجھے مزید ہدایت فرمائی کہ ان کی طرف سے آپ کے ایڈریس آف ویلکم اور اس میں ظاہر کئے ہوئے جذبات اور پیغام اور قرآن کریم کے تحفہ کا بہت بہت شکریہ ادا کروں اور آپ کو یقین دلاؤں کہ وہ قرآن کریم کا ضرور دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں گے۔

آپ کا خیر خواہ

(دستخط) جے ایڈریان (J. ADRIAENSSEN)
کونسل جنرل آف بلجیم

اعلانِ وصیت کی شرح میں اضافہ

چونکہ مہنگائی کے بڑھ جانے کی وجہ سے اخبارات نے وصیتیں شائع کرنے کا ریٹ بڑھا دیا ہے اس لئے آئندہ ہر وصیت کے لئے اعلانِ وصیت کی رقم ساڑھے پانچ روپیہ کی بجائے

چھ روپیہ

وصول کی جایا کرے گی۔ احباب مطلع رہیں (فیصلہ مجلس کارپرداز قادیان نمبر ۲۳ مورخہ ۱۳-۶-۶۴)

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

شکرانہ فنڈ

انسان کا خاصہ ہے کہ وہ مختلف خوشی کی تقاریب پر مثلاً نکاح کے موقعہ پر، شادی پر، بچہ کی پیدائش پر، امتحان میں کامیاب ہونے پر، مکان کی تعمیر پر، حادثات سے محفوظ رہنے پر، بیماری اور مقدمات سے نجات پا جانے پر اور ملازمت مل جانے کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانہ کے طور پر کچھ نہ کچھ نذرانہ پیش کرتا ہے۔

احباب جماعت ایسے مواقع پر ناظر صاحب بیت المال قادیان کے نام "شکرانہ فنڈ" میں کچھ نہ کچھ رقم بھجوا کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔

ناظر بیت المال قادیان

شکریہ

میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، درویشانِ قادیان اور بزرگانِ سلسلہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے اپریشن اور صحتِ کاملہ و عاجلہ کے درد مندانہ دعائیں کی ہیں۔ میں ان تمام کا بہت ہی ممنون ہوں کہ ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص فضل کیا ہے اور اب میری صحت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔ البتہ کمزوری باقی ہے انشاء اللہ یہ بھی دعاؤں کے نتیجہ میں دور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں، دوستوں کو جزائے خیر دے۔

خاکسار
قاضی امیر الدین ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر دھاہ وار میسور

درخواست دعا

خدا نے چاہا تو چند دنوں میں میں اپنی ملازمت کا ایک سال پورا کر لوں گا۔ چونکہ میں ایک سرکاری محکمہ میں آفیسر کی حیثیت سے خدمت کر رہا ہوں۔ اس لئے میرے کام بھی بڑی ذمہ داری کے تھے۔ مگر یہ محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کا فضل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فرائض کو ایمانداری اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہنے کی توفیق دی۔ بزرگان جماعت اور درویشان قادیان سے گذارش ہے کہ وہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دینی اور دنیوی ترقی عطا کرے۔ اور ملک و قوم کی بہترین خدمت کرنے کی توفیق دے۔ نیز میری اہلیہ اور میری بچی کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے بھی دعائیں کریں۔

خاکسار
سید سجاد احمد ارہ آشیانہ رانچی۔ وبہار

اسلام کا بنیادی رکن "زکوٰۃ"

زکوٰۃ کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قریباً ہر جگہ نماز کے حکم کے ساتھ ادائیگی زکوٰۃ کی بھی تاکید فرمائی ہے اور ہر مسلمان کے لئے زکوٰۃ دینا بھی ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ ادائیں نماز۔ اگر کوئی شخص اس فریضہ کو ادا نہیں کرتا۔ تو وہ ایسا ہی قابل مواخذہ ہے جیسا کہ تارک الصلوٰۃ۔ زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے تیسرا رکن ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ **اول** کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی شہادت **دوم** نماز کا قیام **سوم** ادائیگی زکوٰۃ **چہارم** رمضان کے روزے رکھنا **پنجم** بیت اللہ شریف کا حج۔ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہو وہ اگر اُسے ادا نہیں کرتا تو اس کا دعوے ایمان بغیر عمل کے ہے۔

زکوٰۃ کیوں دی جاتی ہے

زکوٰۃ اس لئے دی جاتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت پیدا ہو۔ اور حقیقی تعلق بڑھے۔ اُس کی رضا جوئی اور محبت میں استقامت پیدا ہو۔ ایثار کا مادہ پیدا ہو۔ حرص اور بخل کی بیخ کنی ہو۔ زکوٰۃ صرف روحانی بیماریوں کو ہی دور نہیں کرتی بلکہ ظاہری اور جسمانی تکالیف، مصائب اور پریشانیوں سے بچنے اور نجات پانے کا بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

زکوٰۃ دینے سے مالوں میں کمی نہیں آتی

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں تو اس سے ہمارے مالوں کو نقصان پہونچے گا اور کم ہونے کا اندیشہ ہے۔ سو یہ محض خیال وسوسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔ (سورۃ روم آیت ۴۰)

(جو زکوٰۃ محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے دو گے تو ایسے طور پر دینے والے اپنے مالوں کو کم نہیں کرتے بلکہ بڑھاتے ہیں) یعنی صحت نیت سے ادائیگی زکوٰۃ سے اموال میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے نہ کہ کمی

چندہ الگ ہے اور زکوٰۃ الگ

یہ بھی یاد رہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ مالی عبادات صرف زکوٰۃ دینا ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی حقوق اللہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رکھے ہیں۔ جیسے کہ قرآن کریم کی کئی آیات سے ثابت ہے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چندہ ہر احمدی کے لئے لازمی اور حتمی قرار دیا ہے وہ زکوٰۃ سے بالکل الگ اور علیحدہ ہے۔ اسی طرح موصیان کی طرف سے حصہ آمد کی ادائیگی بھی اس فریضہ سے الگ ہے۔ جو باوجود ان جملہ چندہ جات کے ادا کرنے کے پھر بھی واجب الادا رہتا ہے۔ اور جب تک اسے زکوٰۃ کی مد میں ادا نہ کیا جائے ادا نہیں ہوتا۔

زکوٰۃ کے بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

(۱) "زکوٰۃ کیا ہے؟ یُؤْخَذُ مِنَ الْاَغْنِیَآءِ وَ یُرَدُّ اِلَی الْفُقَرَاءِ امراء سے لے کر فقراء کو دی جاتی ہے۔ اس میں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی ہے۔ اس طرح سے باہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں اگر نہ بھی فرض ہوتی تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا کہ غرباء کی امداد کی جائے۔"

(براہین احمدیہ)

(۲) "یہ بھی واضح رہے کہ صدقات اور زکوٰۃ اور اس طرح کے ہر ماہ کا روپیہ بھی یہاں آنا چاہیئے۔"

(۳) "عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا موقعہ ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ (قادیان) اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک فضولیوں سے اپنے تئیں بچائے۔" (کشتی نوح)

زکوٰۃ کی مرکز میں ترسیل

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت کو اس کی توفیق مل رہی ہے اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بجٹ میں زکوٰۃ کی ایک مد قائم ہے۔ جس میں جماعت کے صاحب نصاب دوست زکوٰۃ کی رقمیں ہر سال بھجواتے ہیں۔ اور پھر صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مستحق غریبوں اور بیواؤں کو امداد اور وظائف ملتے ہیں۔ نہ صرف اپنی جماعت کے غرباء کو بلکہ غیر مسلم مستحقین کو بھی امداد دی جاتی ہے۔ اس لئے احباب جماعت سے درخواست ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرماتے ہوئے زکوٰۃ فرض کی ہے کہ وہ اپنی آمدنیوں کا جائزہ لے کر زکوٰۃ کی رقم جلد از جلد مرکز قادیان میں بھجوائیں۔ کیونکہ شرعی احکام کے مطابق زکوٰۃ کی رقم مرکز میں پہنچنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو ادائیگی زکوٰۃ اور عہدیداران مال کو وصولی زکوٰۃ کی سعادت بخشے۔ آمین۔

خاکسار:۔

ناظر بیت المال قادیان

ولادت ۔ مورخہ یکم مئی ۱۹۶۴ء کو خاکسار کے ہاں اللہ تعالیٰ نے پہلا لڑکا عطا کیا۔ الحمد للہ۔ نومولود کا نام مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے نصیر احمد تجویز فرمایا۔ نومولود کی صحت کاملہ، درازیٔ عمر اور خادم دین نیز ماں باپ کے لئے قرۃ العین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار شیخ حمید اللہ مبلغ سلسلہ احمدیہ

خبریں

نئی دہلی ۶ر جولائی۔ آج بھارت کی وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے بتایا کہ پاکستان کے صدر ایوب نے بھارت کے پردھان منتری شری شاستری کو ایک مراسلہ بھیجا ہے جس میں خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ وہ شری شاستری کے ساتھ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ملاقات کرنے کے خواہشمند ہیں۔ اس میں صدر ایوب نے اس کا افسوس ظاہر کیا ہے کہ وہ شری شاستری کی علالت کی وجہ سے ان سے کامن ویلتھ کانفرنس میں بات چیت کرنے کے موقع سے محروم رہ گئے۔ صدر ایوب کا یہ مراسلہ انقرہ سے بھیجا گیا تھا اور یہ آج پاکستانی ہائی کمشنر نے بھارت سرکار کے حوالے کر دیا۔

انقرہ ۶ر جولائی۔ پاکستان ایران اور ترکی میں ایک نیا معاہدہ ہوا ہے جس کے تحت یہ تینوں ممالک آپس میں تعاون کیا کریں گے۔ لیکن یہ معاہدہ مشرق وسطےٰ کے فوجی معاہدہ سینٹو سے جدا ہوگا۔ اس کے مطابق تینوں ممالک کے وزراء کے سال میں تین بار اجلاس ہوا کریں گے اور زراعت، صنعت، ٹرانسپورٹ، مواصلات اور سماج سیوا کے مسائل پر غور و خوض کریں گے۔ دفاع کا معاملہ جس میں امریکہ اور برطانیہ سینٹو کے معاہدہ کے تحت انہیں فوجی امداد دے رہے ہیں۔ نئے سمجھوتہ سے باہر رکھا گیا ہے۔

جموں ۷ر جولائی۔ آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ منڈھر سیکٹر ضلع پونچھ میں ۴ر جولائی کو پاکستانی فوجوں کی فائرنگ کے نتیجہ میں ۳ بھارتی فوجی زخمی ہوئے۔ پاکستان کے گشتی دستوں یا چوکیوں نے بلا وجہ اور بلا اشتعال فائرنگ کی دسویں دن بھی جاری رکھی۔ یہ فائرنگ جموں سرحد پر اس کے چاروں سیکٹروں (منڈھر، نوشہرہ، پونچھ اور چھمب) میں کی گئی۔ پاکستانیوں کی چال یہ ہے کہ بھارتی فوجوں کو اشتعال دلا کر جوابی کارروائی پر مجبور کیا جائے۔ لیکن بھارتی حکام کا کہنا ہے کہ بھارتی فوجوں نے اب تک بڑے ضبط سے کام لیا ہے۔ اور وہ اسی وقت فائرنگ کا جواب دیتی ہیں جبکہ حفاظت خود اختیاری میں ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔

لنڈن ۷ر جولائی۔ پاکستان کے صدر ایوب نے یہاں پہنچنے پر ایک انٹرویو میں تسلیم کیا کہ کامن ویلتھ کانفرنس میں کشمیر کے معاملہ پر بحث نہیں ہو سکے گی۔ صدر ایوب کامن ویلتھ وزراء اعظموں کی کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے کل یہاں پہنچے۔ راستہ میں انہوں نے ترکی اور ایران کے سربراہوں کے ساتھ ملاقات کی تھی۔ لنڈن میں اخباری نمائندوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کشمیر کے جھگڑے میں کامن ویلتھ کی امداد طلب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صدر ایوب نے جواب دیا کہ ہم نے پہلے اس مطلب کی کوشش کی ہے۔ جواب یہ تھا کہ یہ معاملہ خالصتاً دو کامن ویلتھ ملکوں کا باہمی معاملہ ہے۔ اس لئے کامن ویلتھ کانفرنس حقیقتاً اس پر بحث نہیں کر سکتی۔

لنڈن ۸ر جولائی۔ کامن ویلتھ کانفرنس کے سلسلہ میں مختلف ملکوں کے نمائندے یہاں پہنچنے شروع ہو گئے ہیں۔ کانفرنس ۸ر جولائی کو شروع ہو کر ۱۵ر جولائی کو ختم ہو گی۔ پتہ چلا ہے کہ کانفرنس میں زیادہ تر بحث بین الاقوامی واقعات، مشرق اور مغرب کے تعلقات، تخفیف اسلحہ کے مسئلہ اور کامن ویلتھ ممالک اور دنیا کے اقتصادی اور تجارتی مسائل پر بات چیت ہو گی۔ جمیکا کے وزیر اعظم نے آج صبح اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اُن کا ملک چاہتا ہے کہ کامن ویلتھ ممالک کی طرف سے جنوبی افریقہ کے نسلی امتیاز کے خلاف مؤثر پروٹسٹ کیا جائے۔ نیز اس مقصد کے لئے جنوبی افریقہ کے مال کا بائیکاٹ کیا جانا چاہیئے۔ اگر دوسرے ممبروں نے اتفاق ظاہر نہ کیا۔ تو وہ اس سوال پر کامن ویلتھ سے الگ ہونے کی دھمکی نہیں دیں گے۔ آپ نے کہا کہ جنوبی روڈیشیا کا معاملہ بھی ایسا ہے جس پر کامن ویلتھ کلب میں بحث کی جائے۔ کامن ویلتھ کانفرنس میں بھارت کی نمائندگی شریمتی اندرا گاندھی اور شری ٹی ٹی کرشنماچاری کریں گے۔

راشٹرپتی ڈاکٹر ایس رادھاکرشنن نے امریکی شہری حقوق کے قانون کی منظوری کو ایک کھری کامیابی قرار دیتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ راشٹرپتی نے امریکہ کے صدر جانسن، امریکی کانگرس اور امریکی عوام کو اس تاریخی اقدام کی کامیاب تکمیل پر مبارکباد دی ہے۔ راشٹرپتی نے صدر جانسن کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ اس بل کی منظوری امریکی عوام کے اس عزم صمیم کا اظہار ہے کہ وہ اپنے تمام باشندوں کو بلا لحاظ رنگ و نسل یکساں حقوق دینے کا یقینی انتظام کرنا چاہتے ہیں۔ اس تاریخی موقع پر ہم سب امریکی عوام کی اس خوشی میں شریک ہیں۔

چنڈی گڑھ ۶ر جولائی۔ پنجاب کے مکھیہ منتری کامریڈ رام کشن اور اُن کی وزارت نے ۱۱ بجے قبل دوپہر راج بھون میں اپنے عہدہ اور رازداری کا حلف لے لیا۔ حلف دلانے کی رسم گورنر پنجاب حافظ محمد ابراہیم نے ادا کی۔ اس موقع پر راج بھون کے سبزہ زار میں لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ وزارت میں حسب ذیل وزراء شامل ہیں۔ اور ان سب نے آج حلف لے لیا

(۱) کامریڈ رام کشن مکھیہ منتری (۲) سردار دربارہ سنگھ (۳) شری پربودھ چندر سابق سپیکر پنجاب اسمبلی (۴) سردار کپور سنگھ ممبر پنجاب کونسل (۵) میجر ہریندر سنگھ ایم۔ ایل۔ اے آف راجہ سانسی امرتسر (۶) شری رزق رام ایم۔ ایل۔ اے ایڈووکیٹ سرنی پت ضلع رہتک سیکرٹری پنجاب کانگرس پارلیمنٹری پارٹی (۷) ڈپٹی وزیر چوہدری سندر سنگھ (ہریجن)

قادیان میں نماز جنازہ غائب

قادیان۔ مورخہ ۳ر جولائی کو بعد نماز جمعہ محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے مندرجہ ذیل مرحومین کے لئے اُن کے لواحقین کی درخواست پر نماز جنازہ غائب ادا کی:۔

۱۔ مکرم اے محمود صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ پینگاڈی کے بھائی مکرم اے سلیمان صاحب۔ جو ۲۶/۶/۶۴ کو فوت ہوئے۔

۲۔ مکرم مولوی عبد المطلب صاحب مبلغ ابراہیم پور بنگال کے چھوٹے بھائی کی بیوی وفات پا گئی تھیں۔

۳۔ مکرم ڈاکٹر نواب علی صاحب مدرس ٹی۔ آئی سکول قادیان کی سالی خیر النساء صاحبہ مونگھیر بحالت زچگی کی حالت میں وفات ہوئی۔

۴۔ حضرت شیخ غلام قادر صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام والد مرحوم مولوی غلام حسین صاحب ایاز و مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ بتاریخ ۲۹ر جون کو ربوہ میں وفات پا گئے تھے۔

۵۔ مکرم چوہدری عبد الواحد صاحب سابق ایڈیٹر اخبار اصلاح سرینگر حال ضلع لائلپور کے بڑے بیٹے کو بعض افراد نے حملہ کر کے قتل کر دیا تھا۔ اس پر والدین نے صبر دکھایا وہ خود بھی بیمار ہیں اور نماز جنازہ میں شرکت نہیں کر سکتے تھے ان کی درخواست پر مرحوم کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔ —— (ادارہ)

صلوٰۃ الکسوف اور درخواست دعا

بتاریخ ۲۵ر جون۔ یہاں پر چاند گرہن تھا۔ اس واقعہ نے میری پچھلی یادیں تازہ کر دیں۔ کہ جب کبھی ایسا موقعہ آتا میرے مرحوم شوہر سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحبؓ یا حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کسوف و خسوف پر خطبہ فرماتے اور مسنون طریق پر نماز بھی ہوتی۔ اب یہ دونوں شخصیتیں ہم میں موجود نہیں ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُس روز میرے پوتے حافظ صالح محمد الہ دین نے اس فریضہ کو بہ احسن ادا کیا۔ الحمد للہ۔ بعد ازاں صدقہ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

۲۔ اس ضمن میں بھی قارئین کرام کی خدمت میں اپنے پوتے عزیزم صالح محمد کے خسر محترم مولانا عبد المالک خان صاحب کی کامل شفایابی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہوں۔ وہ آجکل بوجہ ذیابیطس افریقہ میں سخت بیمار رہے۔ اور بسلسلہ تبلیغ اسلام وطن سے دور گئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے اور کامیاب کرے اور خیریت کے ساتھ انہیں وطن واپس لائے اور تمام عزیز دل سے ملائے۔ آمین۔

طالب دعا:۔ بیگم حضرت عبد اللہ الہ دین سکندر آباد۔

درخواست دعا۔ برادرم مکرم جناب مولوی سید فضل عمر صاحب اثر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ گزشتہ تین دن سے بوجہ اسہال سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ حالت تشویشناک ہو گئی تھی۔ خاندان حضرت اقدس بزرگان سلسلہ اور درویشان کی خدمت میں درخواست دعا ہے کہ اللہ پاک برادر موصوف کو کامل صحت اور شفا بخشے آمین ثم آمین۔

والسلام خادم سید شاہد احمد احمدی عفا اللہ عنہ سونگڑہ کٹک